علاماتِ قیامت سے متعلق ایک حدیث کی تفصیل

چار شہر

یروشلم، مدینہ، حلب اور استنبول

بیت المقدس کی آبادی، یثرب کی ویرانی، جنگِ عظیم، فتح قسطنطنیہ اور دجال کا خروج

جہیمان کون تھا؟

۱۹۷۹ میں حرم مکی میں پیش آنے والے حادثے کا امام مہدی کے ظہور سے کیا تعلق ہے؟

تالیف

زین العابدین فاضل جامعہ دار العلوم کراچی







گذارش:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تمام اہل علم،طلباء کرام اور اساتذہ کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم نے اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔اس کے باجود اگر اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے یا کوئی اصلاحی مشورہ کی تجویز ہو تو براہ کرم ہمیں ضرور تحریر فرماکر ارسال فرمائیں۔تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیرا۔

تالیف	:	مولانا زین العابدین
صفحات	:	112
تعداد	:	1100
طبع اول	:	2021
پریس	:	الریان پرنٹرز
ناشر	:	بیت العلم پشاور
ڈیزائننگ	:	ابو ماہرہ آصف اللہ

ملنے کا پتے

مکتبہ عمرفاروق پشاور
مکتبہ حسنین پشاور
مکتبہ المعارف پشاور
مکتبہ فاروق اعظم پشاور
اقراء کتب خانہ پشاور

برائے رابطہ:
zainulabidin313@gmail.com

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد لله ربّ العٰلمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين و على آله و أصحابه و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

أما بعد!

وقوعِ قیامت کی تعیین کا علم ذاتِ خداوندی کا خاصہ ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی پیغمبرِ خدا ﷺ نے یہی جواب ارشاد فرمایا کہ اس باب میں سوال کرنے والے اور جواب دینے والے عدمِ علم کے اعتذار سے بڑھ کر کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ جیسے طلوعِ آفتاب سے پہلے اندھیری رات کا سحر ٹوٹتا ہے، اور ظلمتِ شب سے پہلے شام کا دھندلکا پھیل جاتا ہے، اسی طرح نبی ﷺ کے آنے سے پہلے ہی دنیا میں امید کی کچھ روشن کرنیں نظر آنے لگی تھیں (جنہیں ارہاصات کہا گیا) اسی طرح قیامت کے کائناتی ہنگامے سے پہلے بھی کچھ نشانیوں کی خبر دی گئی ہے جو قربِ قیامت پر دلالت کریں گی تاکہ دانا لوگ تیاری پکڑیں اور مومنین کے ایمان بالغیب میں اضافے کا سبب ہوں۔

آپ ﷺ نے بالتفصیل زمانِ آخر اور علامات قیامت کو اتنا کھولا ہے کہ کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا، ہر فتنے، اس کے سرغنہ کے نام و نسب سمیت فتنوں سے حفاظت کا طریقہ کار تک بتلایا گیا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ (جنہیں اس باب میں خصوصی حیثیت حاصل تھی) کے بقول گھٹاٹوپ فتنوں کی ظلمتوں میں وہی شخص بچے گا جسے ان کا علم نصیب ہو گا۔ ورنہ تو گایوں کے چہروں کی مانند ملتے جلتے اور مشتبہ و مشکوک فتنے ہوں گے جہاں اکثریت جائے ہلاکت میں گر کر تباہ ہو گی۔ (الفتن، نعیم بن حماد)

فتنے ہوں یا خونریز جنگیں، اصحابِ اقتدار کا انحراف ہو یا علما کی راہ راست سے دوری، حضرت امام مہدی کے ہاتھوں قیامِ خلافت سے لے کر خروجِ دجال تک اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض تک ایک ایک نشانی یوں بیان کی گئی ہے گویا زبانِ نبوت سے آنکھوں دیکھا حال بتلایا گیا ہے۔ اخلاقی فساد کی بابت بھی پیشین گوئی کی گئی ہے اور معاملات و معاشرت کی خرابیاں بھی بتائی گئی ہیں۔ حادثات و سانحات کی خبر بھی دی گئی ہے اور شہروں و ملکوں کے احوال کا بھی بیان موجود ہے۔ اور ان اندھیرے فتنوں میں بچنے کے نسخے بھی ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

اسی سلسلے کی ایک روایت ہے جو آخر زمانے میں پانچ عظیم واقعات کی خبر دے رہی ہے، یہ واقعات بیت المقدس، مدینہ، حلب اور قسطنطینیہ سے مربوط ہیں، خروج دجال سے پہلے کے یہ امور بالواسطہ یا بلاواسطہ دجال ہی سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے کہ اس سے عظیم فتنہ آج تک امت نے بلکہ کسی بھی امت نے نہیں دیکھا ہے، أعاذنا الله منه۔ رسول اللہ ﷺ نے زبانِ نبوت سے وہ بیان فرما کر دکھایا جو آج سے کچھ عرصہ پہلے متصور نہیں تھا لیکن آج زمانہ اُن پر مہرِ تصدیق ثبت کر رہا ہے، اور زمانے نے آگے رفتار نہیں طے کرنی جب تک یہ ساری پیشین گوئیاں مصداق کی دنیا میں وجود پذیر نہ ہوں۔ البتہ تطبیق جو ایک بشری کاوش ہے یقیناً غلطی کا امکان رکھتی ہے، لیکن اُس کی وجہ سے نفسِ حدیث کوئی مجالِ اشکال نہیں ہے۔

دوسرے حصے میں 1979 / ۱۴۰۰ ہجری میں یکم محرم کو حرم شریف میں پیش آنے والے حادثے کی تفصیلات ہیں، جب محمد بن عبد اللہ القحطانی نے "امام مہدی" ہونے کا دعویٰ کیا، اس کے مرکزی کردار جہیمان تھے، اس کا حضرت امام مہدی کے ظہور سے کیا تعلق بنتا ہے؟ اس پر "الفتن" کی ایک روایت کا تطبیقی تجزیہ کیا گیا ہے۔

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ پیش کی جانے والی متعدد روایات میں

محدثین کو کلام ہے، خصوصاً نُعیم بن حماد کی "الفتن" کی روایات جو اَشراط الساعۃ کے لئے انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ علامات قیامت سے متعلق منقول ایسی روایات کو بالعموم علما اس تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ ان کا بیان کرنا جائز ہے، کیونکہ ان سے احکام کا استنباط نہیں کیا جاتا بلکہ بابِ فضائل کی مانند اَشراط الساعۃ میں انہیں بیان کیا جاسکتا ہے، اگر ان کا مصداق ظاہر ہوا تو روایت صادق سمجھی جائے گی اور متن کا ضعف اپنی جگہ بر قرار رہے گا۔

اس کتابچے میں جو کچھ خیر ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے اور جو برائی ہے وہ بندہ کا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو اپنے دربار میں شرفِ قبولیت سے نوازے، پڑھنے والوں کی نجات کا سامان بنائے۔ اور امت مسلمہ کو فتنوں کی اندھیریوں میں بھٹکنے سے بچائے اور خلافت علی منہاج النبوت کے قیام سے امت حالت کو درست فرمائے اور ہمیں اس کے لئے توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

زین العابدین اگست 2020

جامعہ دارالعلوم بڈھ بیر پشاور



یروشلم، مدینہ، حلب اور استنبول

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صل الله عليه وسلم: عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يثرب، وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَة فَتْحُ قُسْطَنْطِينِية وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِية خُرُوجُ الدَّجَّالِ، ثُمَّ ضَرَبَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِيَدِه عل فَخِذِ أو منكب عمر بن الخطاب ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هذَا لَحَقٌّ كَمَا أَنَّكَ قَاعِدٌ هاهنا.(1)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کی آبادی یثرب کی ویرانی ہے، اور یثرب کی ویرانی جنگِ عظیم کا خروج ہے، اور جنگِ عظیم کا برپا ہونا قسطنطینیہ کی فتح ہے، اور فتح قسطنطینیہ دجال کا خروج ہے۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ران یا کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: یہ ایسا یقینی ہے جیسا کہ آپ کا یہاں بیٹھنا یقینی ہے۔

اس روایت میں چار شہروں کا ذکر ہے:

(۱) بیت المقدس جہاں یہود کو عظیم عروج حاصل ہو گا۔

(۲) مدینہ طیبہ جو یروشلم کی آبادی کے بعد ویران ہو گا۔

(۳) حلبجہاں عظیم الشان جنگ ہو گی۔

(۴) مسلمانوں کے ہاتھوں قسطنطینیہ کی فتح، اِسے آج کل استنبول کہا جاتا ہے۔

ان شہروں میں پیش آنے والے اہم واقعات ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہیں۔ قیامت سے پہلے پیش آنے والے واقعات کی ترتیب کے لیے یہ گویا ایک ٹائم ٹیبل ہے۔ ملا علی

---

(1) مسند أحمد، أبوداود ۴۲۹۴، معجم كبير للطبراني، مصنف ابن أبي شيبه، شرح السنه للبغوي ۴۲۵۲، مشكل الآثار للطحاوي ۵۱۹.

قاریؒ نے لکھا ہے کہ "کفار کا بیت المقدس پر قبضہ کرنا اور اس کو کثرت سے آباد کرنا یثرب یعنی مدینہ کی خرابی کی علامت ہے ۔ اور مدینہ کی خرابی جنگِ عظیم (الملحمۃ الکبریٰ) کے خروج کی علامت ہے۔ اور جنگِ عظیم کا برپا ہونا قسطنطینیہ کی فتح کی علامت ہے۔ اور فتح قسطنطینیہ، خروج دجال کی نشانی ہے۔

بیت المقدس کی آبادی

حدیث میں پہلی نشانی یروشلم یا بیت المقدس کی آبادی کو قرار دیا گیا ہے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ "بیت المقدس کی آبادی" سے مراد یہ ہے کہ جب یہ آخر زمانے میں ویران ہو جائے گا تو کفار پھر اسے آباد کریں گے۔ بعض علما نے اس حدیث کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ بیت المقدس کی "آبادی" وہ نہیں ہے جو یہودیوں کے ہاتھوں ہوئی ہے بلکہ یہ اس وقت ہو گی جب مسلمان آخر زمانے میں بیت المقدس میں خلافت قائم کریں گے۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی نہ اس پر حدیث میں کوئی دلیل موجود ہے، بلکہ اس کے خلاف قرآن کریم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ بیت المقدس میں جو سب سے عظیم الشان آبادی اور ترقی ہو گی وہ یہودیوں کے ہاتھوں ہو گی، اور جب خلافت بیت المقدس میں اترے گی تو وہ اس ترقی کی وارث ہو گی۔ خلافت اس میں توسیع نہیں کرے گی، کیونکہ تب قیامت بہت قریب آچکی ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یاابنَ حوالة، إذا رأيتَ الخلافةَ قد نزلتْ الأرضَ المقدّسةَ، فقد اقتربتْ الزّلازِلُ والبلابلُ والأمورُ العظامُ، والساعةُ يومئذٍ أقربُ إلى الناس مِن يدي هذه من رأسك.[1]

"جب تم دیکھو کہ خلافت ارضِ مقدس میں آگئی تو زلزلے، مصیبتیں اور عظیم الشان

(1) أبو داود كتاب الجهاد.

امور بہت قریب آ چکے ہوں گے۔ (آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ہاتھ حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ کے سر پر تھا) اور فرمایا: تب قیامت اس سے زیادہ قریب ہو گی جتنا میرا ہاتھ تمہارے سر کے قریب ہے۔"

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خلافت عالمِ اسلام کے مختلف شہروں میں سفر کرتی رہے گی یہاں تک کہ سب سے آخر میں یہ بیت المقدس تک پہنچ جائے گی۔ خلافت مدینہ سے شروع ہوئی، کوفہ پہنچی، وہاں سے دمشق منتقل ہوئی، اس کے بعد اس کا ٹھکانہ بغداد بنا، پھر استنبول اس کا مرکز بنا، اور آخر میں جب حضرت امام مہدی کی بیعت بیت اللہ کے قریب مکہ میں ہو گی تو اس کے بعد یہ خلافت بیت المقدس پہنچے گی، یوں مسجد حرام سے شروع ہونے والے سفر کا اختتام مسجدِ اقصیٰ پر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سُبحانَ الَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الاَقْصَى الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (1)

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے ماحول پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم انہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے"

غضبِ خداوندی کے مارے ہوئے یہودیوں کو اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں عروج عطا کرے گا اور انہیں پوری زمین سے لپیٹ کر فلسطین میں لا جمع کرے گا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اپنے "مسیّا" کے ساتھ یہ بھی انجام کو پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ قَضَیْنَاۤ اِلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ

---

[1] الإسراء ، ١

شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴾[1]

"اور ہم نے کتاب میں فیصلہ کر کے بنو اسرائیل کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد مچاؤ گے، اور بڑی سرکشی کا مظاہرہ کرو گے۔ چنانچہ جب ان دو واقعات میں پہلا واقعہ پیش آیا تو ہم نے تمہارے سروں پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دئے جو سخت جنگجو تھے، اور وہ تمہارے شہروں میں گھس کر پھیل گئے۔ اور یہ ایک ایسا وعدہ تھا جسے پورا ہو کر رہنا ہی تھا"

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں (جس کا ایک نام بنی اسرائیل ہے) یہودیوں کو دو بار زمین میں فساد برپا کرنے پر سزا کی دھمکی دی ہے، اور ایک بار علوّ عظیم (عظیم ترین ترقی اور سربلندی) کی خبر دی گئی ہے۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ دو مرتبہ کا یہ فساد کون سے واقعات ہیں، کیونکہ یہودی اپنی فطرت کے باعث ہمیشہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے اور گناہوں میں مبتلا ہوتے رہے، جس کی وجہ سے یہ بار بار دشمنوں کی غارت گری کا نشانہ بنتے رہے۔ یہ سینکڑوں سالوں سے زمین میں دربدر پھرتے رہے ہیں، اور اسرائیل کے قیام سے پہلے ان کا کوئی ملک یا ٹھکانہ نہیں تھا۔ انہوں نے ہمیشہ فساد پھیلایا ہے، اور جنگوں کی آگ بھڑکانے کی کوششیں کی ہیں۔

﴿كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۶۴﴾[2]

"جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے، اور یہ زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں جبکہ اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

جب سے بیت المقدس میں یہودیوں کی سلطنت قائم ہوئی تب سے لے کر بعثتِ نبوی تک یہ شہر متعدد بار تاراج ہوا، اس کا مال و دولت لوٹا گیا، ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا،

---

(1) الإسراء ۴، ۵

(2) سورة المائدة ۶۴

یہودیوں کو تہہ تیغ کیا گیا۔ دو مرتبہ یہ مکمل برباد ہوا، 23 بار اس کا محاصرہ ہوا، 52 مرتبہ یہ مختلف حملہ آوروں کا نشانہ بنا، اور یہ سب یہودیوں کی بداعمالی کی بدولت ہوا، انہوں نے جب بھی سچی توبہ کی بیت المقدس انہیں واپس ملا، اور جب بھی انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور اللہ کے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کی دل آزاری کی انہیں اپنے وطن سے محروم ہونا پڑا۔ اس قسم کی سزائیں تاریخ میں انہیں بار بار ملیں۔ مفسرین عام طور پر دو ایسے واقعات کا ذکر کرتے ہیں جن میں یہود کا سخت ترین قتلِ عام ہوا۔

587 ق م میں یہودیوں کی بار بار کی شرارت پر بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کر کے اسے تاراج کر دیا، یہودیوں کا قتلِ عام کیا، یروشلم کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں، بیت المقدس کو جلا دیا اور شہر کو زمین کے برابر کر دیا۔ مالِ غنیمت اور بچے کھچے یہودیوں کو اپنے ساتھ بابل لے گیا، جن کی تعداد پچاس ہزار بتائی جاتی ہے۔

اس تباہی میں نہ صرف ہیکلِ سلیمانی کا نشان مٹ گیا بلکہ دیگر صحائف کے ساتھ تورات اور تابوت سکینہ بھی غائب ہو گئی۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بابل میں یہودی غلاموں کو دریائے فرات کے کنارے آباد کیا گیا اور انہوں نے اس بستی کا نام ''تل ابیب'' رکھا، اسرائیل کا موجودہ دارالحکومت ''تل ابیب'' اسی دور کی یاد تازہ کرتا ہے۔[1]

اس کے بعد فارسیوں نے عراق، شام اور بابل پر قبضہ کیا تو ایرانی حکمران ''کورش'' یا ''اخسویرس'' نے یہودیوں کو یروشلم جانے کی اجازت دی، 50 ہزار یہودی بیت المقدس آ گئے جبکہ اکثر عراق (بابل) ہی میں رہ گئے۔ کافی کوششوں کے بعد یہودیوں نے دوبارہ ہیکل کی تعمیر کی۔ اس دوران وہ ایک اقلیت کی طرح یہاں دوسری اقوام کے سائے تلے رہ رہے تھے۔

66ء میں رومی سلطنت کے خلاف یہودیوں کی بغاوت کی وجہ سے انہیں تھوڑے

---

(1) (تاریخ بیت المقدس از ممتاز لیاقت)

عرصے کے لیے آزادی مل گئی، لیکن یہ بغاوت ناکام ہوگئی، اور 80ء میں رومی حکمران ٹیٹس (طیطوس) نے بیت المقدس پر حملہ کرکے یہودی بغاوت کو کچل دیا، ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اور اس کی صرف ایک دیوار رہ گئی جسے یہودی آج "دیوار گریہ" کہتے ہیں۔ رومی سپاہی یہودیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ہیکل کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے، تو ایک یہودی نے جلتی ہوئی مشعل ہیکل کے اندر پھینک دی جس سے ہیکل میں آگ بھڑک اٹھی، جو باوجود کوشش کے نہ بجھ سکی، اور ہیکل جل کر راکھ ہوگیا، یہ وہی دن تھا جس دن چھ سو سال قبل شاہ بابل نے ہیکل سلیمانی کو تباہ کردیا تھا۔ لیکن اس دفعہ بربادی خود یہودیوں کے ہاتھوں آئی۔

جب ہیکل جل رہا تھا سپاہی برابر کشت و خون میں مشغول رہے، قربان گاہ کے پاس لاشوں کا ڈھیر لگ گیا، اور خون دریا کی طرح بہہ نکلا۔ فاتحین کے نعروں اور مفتوحین کے چیخوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ رومیوں نے جب ہیکل کو آگ لگتے دیکھا تو انہوں نے باقی عمارت کو بھی آگ لگادی۔ ہیکل کا خزانہ بھی جل کر خاک ہوگیا، ہزاروں عورتوں اور بچوں کو بھی جو ایک عمارت میں حفاظت کے خیال سے جمع تھے زندہ جلادیا گیا۔ اس کے بعد رومی شہر میں داخل ہوئے اور وہاں بھرپور قتلِ عام کیا گیا۔ صبح ہوتے شہر جل کر خاک سیاہ ہوگیا، جو لوگ قتل سے بچے وہ غلامی میں فروخت ہوئے۔ جنگ کے دوران جو لوگ قتل ہوئے ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تینتیس ہزار سے زائد تھی۔

یہود کا زمین میں فساد پھیلانا

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آیت میں پہلے وعدے سے مراد بخت نصر کی طرف سے مسلط ہونے والی تباہی ہے اور وعدُ الآخرۃ سے مراد رومی بادشاہ طیطس کی چڑھائی ہے جس نے مسجد بلکہ پورے شہر کو تباہ کردیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں نہیں، بلکہ یہود کے فساد پھیلانے اور ترقی کرنے کے

ان وعدوں کا تعلق زمانۂ آخر سے ہے۔ سورت بنی اسرائیل میں یہود کے ساتھ کئے گئے ان وعدوں کے متعلق آیات میں چند باتیں قابلِ غور موجود ہیں!

پہلی مرتبہ کے فساد پر اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو یہودیوں پر مسلط کرنے کی دھمکی سنائی ہے اُن کے بارے میں مذکور ہے کہ:

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا﴾

”چنانچہ جب ان دو واقعات میں سے پہلا واقعہ پیش آیا تو ہم نے تمہارے سروں پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دیئے جو سخت جنگجو تھے، اور وہ تمہارے شہروں میں گھس کر پھیل گئے اور یہ ایک ایسا وعدہ تھا جسے پورا ہو کر رہنا تھا۔“

جن بندوں کو یہود پر مسلط کرنے کی دھمکی دی گئی اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے عِبَادًا لَّنَا فرمایا یعنی ”ہمارے اپنے بندے“، اور ان کے لئے ”بعث“ کا صیغہ استعمال کیا گیا جو عموماً انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، یعنی یہ بندے مسلمان ہوں گے، اور ایک دینی جذبے سے یہاں آئیں گے، جس طرح سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بِعَبْدِهٖ کہہ کر اعزاز و تکریم فرمائی۔ جبکہ بخت نصر بلکہ ما قبلِ اسلام انہیں تہہ تیغ کرنے والے سارے دشمن کافر تھے، کیونکہ اس وقت دینِ حق کے حاملین صرف یہودی تھے، البتہ یہ اپنے دین پر پوری طرح عمل پیرا نہیں تھے۔

یہود کے پہلے دشمن کے بارے میں یوں فرمایا گیا ہے ”وہ تمہارے گھروں میں گھس کر پھیل گئے“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی اور تعمیرات باقی رہتے ہوئے صرف یہود کو ہی سزا دی جائے گی۔ جبکہ بخت نصر اور رومی بادشاہ طیطس نے نہ صرف یہود کا قتلِ عام کیا تھا بلکہ پورے شہر کو تاراج کر دیا تھا، اور یہاں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی، اس وجہ سے بھی یہ اس وعدے کا

مصداق نہیں بن سکتے۔

تیسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کو فرمایا:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنٰكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝٦﴾

”پھر ہم نے تمہیں یہ موقع دیا کہ تم پلٹ کر اُن پر غالب آؤ، اور تمہارے مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کیا، اور تمہاری نفری پہلے سے زیادہ بڑھادی“

یعنی جو دشمن تمہیں گھروں میں گھس کر مارے گا انہی لوگوں پر ہم تمہیں غلبہ دیں گے، نیز تمہاری نفری بھی بڑھائیں گے، اور انجامِ کار وہی دشمن دوبارہ طاقت ور بن کر تمہارے چہروں کو سیاہ کرڈالے گا۔ جبکہ بخت نصر کی غلامی میں ستر سال رہنے کے بعد ایرانی بادشاہ اخسویرس نے بابل پر حملہ کرتے ہوئے اسے فتح کیا اور یہودیوں کی حالت زار پر رحم کرتے ہوئے ان کو آزاد کر کے دوبارہ فلسطین میں بسا دیا۔ یہودیوں کو بخت نصر یا ایرانی بادشاہ یا ان کی نسل پر غلبہ نہیں ملا بلکہ جس نے بھی اسلام سے پہلے یہودیوں پر حملہ کیا تھا اُن پر یہودیوں کو کبھی غلبہ نہیں ملا۔[1] نہ ہی ان کی نفری کبھی اتنی بڑھی تھی جتنی آج ہے۔

سوال اب بھی اپنی جگہ بر قرار ہے کہ جب یہودیوں کی تاریخ میں متعدد بار ان پر دشمن مسلط ہوئے جنہوں نے ان کو قتل کیا، ان کے شہر برباد کر دئے گئے، سینکڑوں سالوں تک یہ دربدر پھرتے رہے، اس کے باوجود اُن پر قرآنی آیت منطبق نہیں ہوتی تو ان آیات کا مصداق کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعدے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ساتھ ”اس کتاب“ یعنی

(1) اگرچہ بعض مفسرین نے جالوت کے بارے میں لکھا ہے کہ پہلے اُس نے یہود کو اپنے وطن سے نکالا تھا اور اُن کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا تھا، اور پھر حضرت داوٗد علیہ السلام نے اُسے قتل کر دیا تو اُس کی قوم پر بھی انہیں غلبہ مل گیا تھا۔ واللہ اعلم

قرآن میں فرمائے ہیں، وجہ یہ ہے کہ اس امت کو یہود کے ساتھ طویل جنگ لڑنی تھی، جس کی ابتدا غزوہ خیبر سے ہوئی اور انتہا قتلِ دجال پر ہو گی۔ اس لئے اس سورت کی تیسری آیت میں "الکتاب" سے مراد قرآن کریم ہے۔ واللہ اعلم

یہودیوں کا پہلا فساد

اب جب یہودی اس امت کے مدمقابل آ گئے تو ان کے فساد کا اثر بھی سب سے زیادہ مسلمانوں پر پڑا، اس لئے پہلا فساد بھی اسی امت کے دور میں ہوا جس کی مراد میں دو امکان ہیں۔

پہلا امکان یہ ہے کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا زمانہ ہے، جب یہودیوں نے مدینہ میں مسلمانوں اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کے خلاف سازشیں کیں، مشرکین مکہ سے خفیہ ساز باز کر کے اُن سے تعاون کیا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ جس کی وجہ سے یہود کو پہلے مدینہ سے نکالا گیا اور پھر خیبر سے بھی۔ اللہ کے رسول اور ان کے صحابہ جو اللہ کے مقبول بندے تھے، شدید جنگ کرنے والے تھے، جہاد کرتے ہوئے یہودیوں کی آبادی میں گھس گئے، بنو قریظہ کو قتل کر دیا، ان کے بچوں کو غلام بنایا گیا، اور بنو نظیر کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا، سورتِ حشر میں اللہ تعالیٰ نے اسی منظر کا ذکر کیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝﴾[1]

"وہی ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے کافر لوگوں کو اُن کے گھروں سے پہلے اجتماع مے موقع پر نکال دیا، (مسلمانو!) تمہیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھے ہوئے

---

(1) الحشر

تھے کہ اُن کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔ پھر اللہ اُن کے پاس ایسی جگہ سے آیا جہاں اُن کا گمان بھی نہیں تھا، اور اللہ نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اُجاڑ رہے تھے۔ لہذا اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرلو۔"

سورت اسراء کی اس آیت میں مسجد کا ذکر بھی اسی وجہ سے نہیں ہے بلکہ صرف گھروں کا تذکرہ ہے، کیونکہ یہ پہلے فساد کی سزا ہے، اور المرۃ الأولیٰ ہے، جب اللہ نے ان پر اہلِ مدینہ کو بھیجا تھا جو سخت جنگجو تھے۔ اور مسجد میں پہلی بار کے دخول کا وعدہ بعد میں سچا ثابت ہوا، اس کا ذکر ہم دوسرے وعدے کی تفصیل میں کریں گے۔

دوسرا امکان یہ ہے کہ اس سے مراد وہ وقت ہے جب اس امت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہودی ریاست قائم ہوئی اور ۱۹۴۸ میں عربوں اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہوئی، اس سے پہلے یہودی اپنی ریاست بنانے کے لئے خلافت عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبد الحمید ثانی کے پاس آئے۔ سلطان عبد الحمید نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ یہود کی عالمی تنظیم کا وفد ان کے پاس آیا، اور ان سے درخواست کی کہ انہیں فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے، چونکہ عثمانی سلطنت کے قانون کے مطابق یہودیوں کو فلسطین میں آنے کی اور بیت المقدس کی زیارت کی اجازت تو تھی مگر وہاں زمین خریدنے اور آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ بیسویں صدی کے آغاز تک پورے فلسطین میں یہودیوں کی کوئی بستی نہیں تھی، یہ مختلف ممالک میں بکھرے ہوئے تھے۔ سلطان عبد الحمید نے یہ درخواست منظور کرنے سے انکار کردیا۔

اس کے بعد دوسری بار یہودی لیڈروں کا وفد ان سے ملا تو یہ پیشکش کی کہ ہم سلطنت عثمانیہ کے لئے ایک بڑی یونیورسٹی بنانےے کے لئے تیار ہیں، اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کے لئے یہودی سلطنت عثمانیہ کا ہاتھ بٹانے کو تیار ہیں، اس کے لئے انہیں جگہ فراہم کی جائے، سلطان عبد الحمید مرحوم نے وفد کو جواب دیا کہ وہ یونیورسٹی کے لیے جگہ فراہم کرنے اور ہر ممکن

سہولتیں دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ یہ یونیورسٹی فلسطین کی بجائے کسی اور علاقہ میں قائم کی جائے۔ یونیورسٹی کے نام پر وہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت نہیں دیں گے لیکن وفد نے یہ بات قبول نہ کی۔ سلطان عبد الحمید مرحوم نے لکھا ہے کہ تیسری بار پھر یہودی لیڈروں کا وفد ان سے ملا اور یہ پیشکش کی کہ وہ جتنی رقم چاہیں انہیں دے دی جائے گی مگر وہ صرف یہودیوں کی ایک محدود تعداد کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دیں۔ سلطان مرحوم نے اس پر سخت غیظ و غضب کا اظہار کیا اور وفد کو ملاقات کے کمرے سے فوراً نکل جانے کی ہدایت کی نیز اپنے عملہ سے کہا کہ آئندہ اس وفد کو دوبارہ ان سے ملاقات کا وقت نہ دیا جائے۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ یہودیوں کے فسادِ عظیم کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان کے خلاف عوام کو بھڑکا کر ان کی حکومت کو ختم کر دیا گیا۔ حکومت کے خاتمہ کے بعد انہوں نے بقیہ زندگی نظربندی کی حالت میں بسر کی اور اسی دوران مذکورہ یادداشتیں تحریر کیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انہیں خلافت سے برطرفی کا پروانہ دینے کے لیے جو وفد آیا اس میں ترکی پارلیمنٹ کا یہودی ممبر قرہ صو بھی شامل تھا جو اس سے قبل مذکورہ یہودی وفد میں بھی شریک تھا۔ اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ سلطان مرحوم کے خلاف سیاسی تحریک اور ان کی برطرفی کی یہ ساری کارروائی یہودی سازشوں کا شاخسانہ تھی۔

اس دوران فلسطین پر برطانیہ نے قبضہ کر کے اپنا گورنر بٹھا دیا جس نے یہودیوں کو اجازت دی کہ وہ فلسطین میں آکر جگہ خرید سکتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کے مختلف ممالک سے یہودیوں نے فلسطین میں آکر آباد ہونا شروع کیا۔ بلکہ معاہدہ بالفور کے ذریعے برطانیہ نے انہیں فلسطین میں اپنے لئے وطن بنانے کی اجازت دی۔ جہاں ۱۹۴۸ میں ان کی تعداد ساڑھے چھ لاکھ تک پہنچ گئی، اور انہوں نے ”اسرائیل“ کے قیام کا اعلان کیا۔ اور یوں یہ وعدے کی سرزمین پہنچ گئے، اس کے بعد انہوں نے اللہ کی اس مقدس اور مبارک زمین کو گناہوں سے آلودہ کیا، فساد پھیلایا،

لاکھوں فلسطینی عربوں کو بے گھر کیا گیا، یہ تھا ان کا پہلا فساد اور ''**علوّ کبیر**'' کی ابتدا۔

جس پر اللہ نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے ان پر ''اپنے بندے'' بھیجے۔ اور ۱۹۴۸ کی جنگ میں اردن، مصر، شام، لبنان اور عراق کے افواج فلسطین میں داخل ہوگئے، اردن کے عرب لیجن نے وسطی فلسطین کے بیشتر حصے اور بیت المقدس کے قدیم شہر کو یہودیوں کے قبضے میں جانے سے بچا لیا، کلمہ پڑھنے والے دنیا کے مقدس مقام کو دنیا کے خبیث ترین قوم کا قبضہ چھڑانے کے لئے آئے تھے۔ چار ہزار فوجیوں سمیت چھ ہزار سے زائد یہودی اس جنگ میں مارے گئے، جس پر جمعیت اقوام نے ''بیدار'' ہو کر جنگ بندی کروادی اور یوں اسرائیل کو عربوں کے بیچ اس مقدس جگہ میں ٹھکانہ مل گیا۔

یوں اللہ کا پہلا وعدہ پورا ہوا، اور یہودیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں ناجائز ریاست بنانے کی سزا مل گئی۔ اس کے بعد انہی قوموں پر یہودیوں کو برتری مل گئی، اور اردن و مصر سمیت کئی مسلمان ممالک نے اسرائیل کو باقاعدہ تسلیم کر کے اس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے۔ یہاں تک کہ ۲۰۱۹ میں اسرائیل کے ''القدس'' کو دارالحکومت بنانے کے بعد اس میں مزید تیزی آگئی۔ اور یہودی اب دوسرے فساد اور عظیم ترین ترقی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

دوسرا فساد

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝٧﴾

''چنانچہ جب دوسرے واقعے کی میعاد آئی (تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ ڈالیں، اور تاکہ وہ مسجد میں اُسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے لوگ داخل ہوئے تھے، اور جس جس چیز پر اُن کا زور چلے اُس کو تہس نہس کر کے رکھ دیں''

دوسرے واقعے کو وَعْدُ الآخرۃ کہا گیا۔ اور جب اس کے پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ایک بار پھر کچھ لوگ آکر یہود کو اُن کے کئے کی سزا دیں گے، وہ یہود کے چہرے بگاڑ کر رکھیں گے، اور یہ بھی اسی طرح مسجد میں داخل ہو جائیں گے جس طرح پہلے لوگ مسجد میں داخل ہوئے تھے۔ اِن لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مستقل کوئی لفظ ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ضمیر لانا کافی سمجھا، گویا اس مرتبہ کے لوگ بھی پہلی قسم کے ہوں گے، یعنی اللہ کے "اپنے بندے" (یا ان جیسے) لوگ ہوں گے، گویا دونوں مرتبہ یہود کے ساتھ لڑائی صرف ایک ہی امت کی ہو گی اور وہ مسلم امت ہو گی۔

یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوبارہ فساد کب ہو گا اور اس کی سزا کن لوگوں کے ذریعے دلوائی جائے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سزا یہودیوں کو بالکل آخری زمانے میں دجال کے خروج کے بعد دی جائے گی، جب یہودی علوّ کبیر تک پہنچیں گے، جب یہودی ریاست "اسرائیل" قائم ہو جائے گی اور انہیں مسلمانوں اور مسجدِ اقصیٰ پر بالادستی حاصل ہو جائے گی، لَکُمْ کا خطاب بھی اُن یہودیوں کو ہے جو حضور ﷺ کے دور میں موجود تھے، ثُمَّ کی دلالت بھی یہ بتلا رہی ہے کہ دوسری بار کا فساد کچھ وقفے کے بعد ہو گا۔ یہ سزا حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دی جائے گی، جس کے بعد یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا، اور بیت المقدس کی پاک سرزمین ان سے پاک کر دی جائے گی۔ اس بارے میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

مذکورہ آیت کو اگر اسی سورت کی آیت (۱۰۳، ۱۰۴) کے ساتھ ملائیں تو اس کی تفسیر بہت واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ١٠٣ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ

لَفِيۡفًا ۱۰۴ ﴾[1]

"پھر فرعون نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان سب (بنو اسرائیل) کو اس سرزمین سے اکھاڑ پھینکے، لیکن ہم نے اُسے اور جتنے لوگ اُس کے ساتھ تھے، اُن سب کو غرق کر دیا، (۱۰۳) اور اس کے بعد بنو اسرائیل سے کہا کہ: تم زمین میں بسو، پھر جب آخری وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔"

فرعون کی خواہش تھی کہ بنی اسرائیل کو جڑ سے ختم کر دے، تاکہ اُس کی ساری رکاوٹیں دور ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو پانی میں غرق کر دیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات دی، بلکہ انہیں فرعون اور اس کی قوم کے چھوڑے ہوئے مال و دولت کا وارث بنایا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو اللہ نے اسی زمین میں لا بسایا جہاں سے فرعون انہیں نکالنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین میں رہو البتہ جب آخری وعدے کا وقت آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھے لے کر آئیں گے۔

اِس آخری وعدے سے عموماً مفسرین نے آخرت کا وعدہ مراد لیا ہے، یعنی دنیا میں جتنا عرصہ رہو اس کے بعد آخرت میں اللہ تم سب کو زندہ کر کے لے کر آئے گا۔ لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا وعدُ الآخرۃ سے مراد آخرت کا وعدہ نہیں بلکہ یہ دجال کے خروج کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت پورا ہو گا۔ اس سے اس جانب بھی اشارہ ہوتا ہے کہ یہودیوں کے فساد فی الارض کا زمانہ ما قبل اسلام نہیں ہے، جیسا کہ عام مفسرین نے بخت نصر اور رومیوں کے زمانے میں یہود کی تباہی کے ضمن میں لکھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے وعدے کو "آخری وعدہ" قرار دیا ہے یعنی اُنہیں اس کے بعد کسی قسم کے فساد کا موقع نہیں ملے گا، بلکہ یہی سزا دنیا میں اُن کا آخری انجام ہو گا۔ اگر اس کی بجائے "الاخیرۃ" کہا جاتا تو اُس میں یہ احتمال

---

(1) الإسراء

ممکن تھا کہ ایک بار پھر یہ کوئی فساد پھیلا دیتے۔

اس سورت کے شروع میں بھی بنی اسرائیل کے ساتھ دو وعدے فرمائے تھے، پہلے وعدے کو وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا کہا گیا۔ اور دوسرے وعدے کو وَعْدُ الْاٰخِرَةِ کہا گیا ہے، یعنی "آخری وعدہ" اور یہاں بھی اُسے وَعْدُ الْاٰخِرَةِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اصولِ تفسیر کے مشہور قاعدے کے مطابق کہ القرآن یُفسِّر بعضُه بعضا قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے، آخرِ سورت اوّلِ سورت کی تائید کرتا ہے۔

سیاق وسباق کے مناسب بھی یہی معنٰی ہے، کہ جب فرعون جیسے ظالم نے بنی اسرائیل پر قسم قسم کے مظالم کئے اور ان کا بالکلیہ خاتمہ کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا، اور بنی اسرائیل کو نہ صرف اُن جگہوں کا وارث بنایا بلکہ اُنہیں پوری زمین میں بقا اور سکونت کا احسان یاد دلایا۔ اور آیت کے آخری حصے میں اسی بقا کی انتہا بتلائی گئی ہے، یوں سورت کی ابتدا سورت کی انتہا کے مناسب ہو گئی، کہ یہ آخری وعدہ ہے، جس طرح یومِ آخرت کو آخرت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ آخری دن ہے اُس کے بعد کوئی دوسرا دن نہیں، اسی طرح یہ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ اس لئے ہے کہ اس کے بعد تمام یہودیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

سورت الاسراء میں لفظِ "الآخرة" چار بار آیا ہے، دو بار بنی اسرائیل کے "آخری" فساد کی خبر دینے کے لئے، جبکہ دو بار یومِ حساب کا تذکرہ کرنے کے لئے آیا ہے۔

﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾[1]

﴿وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾[2]

بہر حال اس دوسرے وعدے کے لوگ بھی وہی ہوں گے جو پہلے وعدے کے تھے،

(1) الإسراء ٤٥
(2) الإسراء ٧٢

یعنی مسلمان ہوں گے، البتہ اس مرتبہ یہودیوں کے چہرے سیاہ کر دئے جائیں گے، یعنی انتہائی ذلت ورسوائی کا عذاب دیا جائے گا، جس کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جائے گا، اور اس مرتبہ بھی یہ لوگ مسجد میں داخل ہو جائیں گے جس طرح پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے۔ پہلی مرتبہ مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس میں داخل ہو گئے تھے، اور دوسری بار مسلمان حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں داخل ہوں گے۔

اگر چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسجدِ اقصیٰ عیسائی قبضے میں تھی، یہودیوں کے قبضے میں نہیں تھی، لیکن یہ کوئی اشکال کی بات نہیں کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ پہلے فساد کے وقت مسجد یہود کے قبضے میں ہو، وجہ یہ ہے کہ مسجد کا ذکر آخری وعدے میں ہے، ﴿كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ لیکن اُس میں دوبارہ داخلے کو پہلے داخلے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، پہلے وعدے میں صرف گھروں میں داخل ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے، اُس وقت اُن کے گھر مدینہ میں تھے، اور مسلمان اُن کے گھروں میں گھس گئے تھے، یعنی مسلمان، یہودیوں کے پہلے فساد کے بعد ہی مسجد اقصیٰ میں داخل ہوں گے، اور یہودیوں کے ”آخری وعدے“ کے وقت بھی اُسی فاتحانہ شان سے ایک بار پھر مسجد میں داخل ہوں گے۔ گویا مسجد میں پہلا داخلہ یہودیوں کے خلاف پہلی فتح اور پہلے وعدے سے الگ تھا۔ البتہ چونکہ یہود کے ساتھ کئے گئے آخری وعدے کی بنیاد ہی ”مسجد“ ہو گی، اس لئے پہلے وعدے میں اس کا ذکر نہیں ہے بلکہ آخری وعدے میں مذکور ہے۔

مزید یہ خبر بھی دی کہ یہ لوگ اُس ترقی کو بھی زیر وزبر کر دیں گے جو یہودیوں نے حاصل کر رکھی تھی، اس سے اس جانب بھی اشارہ کر دیا گیا کہ دوسرے وعدے کا وقت وہی ہے جب یہودی انتہائی عروج حاصل کر لیں گے اور موجودہ زمانہ اس کی تصدیق کرتا ہے، کہ یہودی کھلم کھلا اور درپردہ اپنے سازشی منصوبوں کے ذریعے دنیا پر چھائے ہوئے ہیں، اور اسرائیل کی

صورت میں (اس امت کے دور میں) پہلی بار انہیں ایک ریاست مل چکی ہے، جس میں انہیں عروج اور ترقی حاصل ہو چکی ہے۔

اگر آیت (۱۰۳) میں وعدُ الآخرۃ سے یومِ قیامت مراد لیا جائے تو یہ اس آیت کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سارے انسان اکیلے ہی اپنے رب کی جانب آئیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾[1]

"تم ہمارے پاس اسی طرح تنِ تنہا آؤ گے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا"۔

کیونکہ اکثر مفسرین نے لفیفا کا ترجمہ "جمیعا" یا "مجتمعین" سے کیا ہے، یعنی اللہ یہودیوں کو آخری وعدے کے وقت اکٹھے جمع کر کے لے آئے گا، اور ایسا ہی ہو رہا ہے، یہودی پوری دنیا سے جتھوں کی شکل میں "وعدے کی سرزمین" پہنچ رہے ہیں، جو اللہ کی طرف سے اِن کے ساتھ کیے گئے "آخری وعدے" کی حقانیت ظاہر کر رہی ہے۔

جبکہ ان پر ایک طویل دور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایسا گزر چکا تھا کہ یہ زمین میں بکھرے ہوئے تھے، اور ان کوئی ریاست نہیں تھی، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا﴾[2]

"اور ہم نے دنیا میں ان کو مختلف جماعتوں میں بانٹ دیا"

اللہ تعالیٰ نے بھی یہودیوں کے لئے زمین کے کسی خطے کو خاص نہیں کیا تھا لہذا یہ پوری زمین میں دربدر پھرتے رہے تھے، خلافت کے ہوتے ہوئے اس کا امکان ہی نہیں تھا کہ یہودی فلسطین میں طاقت حاصل کر لیں گے، جس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کیا، اور 638ء / 15 ہجری میں چابیاں عیسائی پادری صفرونیوس سے لے کر

---

(1) الأنعام ۹۴
(2) الأعراف ۱۶۸

اسے اسلامی قلمرو میں شامل کر لیا، تو اُس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ خواہش کی کہ یہودیوں کو القدس کی طرف ہجرت کی اجازت نہ دی جائے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ عہد نامہ لکھ کر دے دیا۔

هذا ما أعطىٰ عبدُ الله عمرُ، أمير المؤمنين، أهلَ إيلياء من الأمان، أعطاهم أماناً لأنفسهم وأموالهم ولكنائسهم وصُلبانهم, أنه لا تُسكَن كنائسُهم ولا تُهدَم، ولا يُنقَص منها ولا من حيِّزها ولا من صليبهم ولا من شيء من أموالهم, ولا يُكرَهون على دينهم، ولا يُضارّ أحدٌ منهم، ولا يَسكُن بإيلياء معهم أحدٌ من اليهود.[1]

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے اہلِ ایلیا کو دی ہے، یہ امان ان کی جانوں، مالوں، صلیبوں اور کنیسوں کے لیے ہے۔ اور یہ کہ ان کے کنیسوں میں کوئی رہائش نہیں رکھے گا نہ انہیں منہدم کیا جائے گا، نہ ان میں سے اور نہ ان کی زمینوں، صلیبوں اور مالوں میں سے کچھ حصہ کاٹا جائے گا، نہ ان کو دین اسلام کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اور نہ ان کے کسی شخص کو کوئی تکلیف دی جائے گی، اور نہ ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی یہودی رہائش رکھے گا۔"

یہود کے اس عالمگیر فساد کے ساتھ اب انہیں بے مثال ترقی اور عروج بھی نصیب ہو چکا ہے۔ ایسے میں اب ان کا مرکز ایک بار پھر یروشلم کا شہر بن چکا ہے۔

وہ حدیث جو ہم نے شروع میں ذکر کی ہے اس میں بیت المقدس کی آبادی اور اس کے متصل یثرب (مدینہ) کی ویرانی کی پیشین گوئی کی گئی ہے، یہ دونوں واقعات قرب قیامت میں پیش آئیں گے کیونکہ ان دونوں واقعات کو جنگِ عظیم کے برپا ہونے، فتح قسطنطنیہ اور خروج

1 تاريخ الطبري ٦٢٨

دجال کا پیش خیمہ بتایا گیا ہے، جو یقینا قیامت کے قریب واقع ہوں گے۔

موجودہ اسرائیل کے قیام تک یہودی ایک اقلیت ہی تھے جن کی تعداد چند ہزار سے کبھی تجاوز نہیں کر گئی تھی۔ پھر 1947 میں یہودیوں کا بیت المقدس پر غاصبانہ قبضہ ہوا، اسے اسرائیل کا دارالحکومت قرار دیا، عرب زمینوں پر قبضہ کیا گیا، ان میں یہودی آبادیاں بنائی گئیں، اور یہ سب کچھ بہت تیزی کے ساتھ ہوا، القدس اور اس کے گرد احاطے کی ایسی تعمیر ہوئی جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی ہو گی، اور 2012 کی مردم شماری کے مطابق یہاں کی آبادی دس لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی جن میں اکثریت یہودیوں کی تھی۔ ایسا القدس کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا ہے، بلکہ مستقبل کے منصوبوں میں القدس کی آبادی بحر میت تک پھیلانے کا منصوبہ بھی شامل ہے۔

اس بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ "بیت المقدس کی آبادی" وہی ہے جو آج ہمارے سامنے ہے۔ مزید لاکھوں یہودی "أرض المیعاد" کی طرف پوری دنیا سے ہجرت کر کے آرہے ہیں۔ القدس صرف ظاہری لحاظ سے آباد نہیں ہوا جس کا تعلق تعمیرات اور انسانی آبادی کی کثرت سے ہو، بلکہ یہ آبادی معنوی بھی ہے، اس کو دنیا بھر میں پذیرائی ملتی ہے، عالمی چینل اس کی خبروں کو مرکزی جگہ دیتے ہیں۔ یہاں اسرائیل نے عالمی معیار کی یونیورسٹیاں اور کالج تعمیر کئے ہیں، خصوصا 2018 کے بعد جب سے القدس کو اسرائیل کا دارالحکومت قرار دے دیا گیا ہے، عرب ممالک ایک ایک کر کے اسرائیل کی جھولی میں گر رہے ہیں، تب سے یہاں مختلف ملکوں کے سفارت خانے منتقل ہو رہے ہیں، اور اس کی رونق میں اضافہ ہو رہا ہے۔

یہودی اس کوشش میں ہیں کہ القدس کو نئے عالمی نظام کا مرکز بنا دیں، اور بہ ظاہر ان کے منصوبوں کے سامنے ایک ہی چیز رکاوٹ ہے، وہ ہے (خاکم بدہن) مسجد اقصیٰ کا انہدام اور اس کی بنیادوں پر تیسری ہیکل کی تعمیر تا کہ یہ مسیح دجال کا دارالسلطنت بن جائے۔ یہودیوں نے ہیکل کی تعمیر کے لیے ساری رکاوٹیں دور کی ہیں، اور مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگیں کھود رکھی ہیں،

جن کی وجہ سے یہ کسی بھی منہدم ہو سکتا ہے۔

لیکن جیسا کہ ہر عروج کو زوال ہوتا ہے، یہودیت بلکہ صہیونیت نے بھی زوال کا منہ دیکھنا ہے، اور اگر مسجدِ اقصیٰ ان کے منحوس ہاتھوں سے منہدم ہوئی تو یہی ان کے زوال کا نقطۂ آغاز ثابت ہو گا، جس کی پیشین گوئی خود ان کی مذہبی کتب میں موجود ہے۔

ڈاکٹر سفر الحوالی "روزِ غضب" میں لکھتے ہیں:

"اس معاملے میں ایک بے انتہا اہم بات یہ ہے کہ اس بربادی کا منحوس پیش خیمہ بننے والی ریاست کا مسیح علیہ السلام کی بعثت کے بعد ہونا ضروری ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ انجیل متی اور ان کے کچھ دوسرے صحیفوں میں یہ بات بوضاحت پائی جاتی ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ایک بار دانیال کی پیشین گوئی کا بذاتِ خود حوالہ دیا تھا، اور اس میں مذکور تباہی کا وقت زمانۂ آخر بتایا تھا، جس کی آگے چل کر تفصیل آرہی ہے، چنانچہ یہاں سے ان لوگوں کا دعویٰ صاف باطل ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ بربادی کا منحوس سبب یا یہ پلیدی بیت المقدس میں پائے جانے کا واقعہ قبلِ مسیح دور سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کہ اس سے مراد وہاں پر زیوس بت کے ہیکل کا بننا ہے جو کہ قبلِ مسیح ہو چکا ہے، کیونکہ انجیل متی کے رو سے یہ واقعہ بہر حال عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد ہی رونما ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ان لوگوں کے دعویٰ کی غلطی بھی واضح ہے جو اس بربادی کا تعلق ان واقعات سے جوڑتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے کئی عشرے بعد (۷۰ءیا ۱۳۵ء) میں پیش آئے۔"[1]

اس کے بعد انہوں نے اس کی کئی وجوہات بھی ذکر کی ہیں۔

1(روزِ غضب ص ۱۴۴)

ہیکل کی یہ تیسری تعمیر ہوگی جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں "رجسة الخراب" کہا ہے، یا حضرت دانیال علیہ السلام نے عہدِ قدیم میں "رجسة المخرب" کہا ہے، (اردو مترجمین نے اسے "گھناؤنی چیز جو تباہی مچاتی ہے" سے تعبیر کیا ہے) اور بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودی کسی بھی وقت مسجد اقصی کو منہدم کرکے اپنی مزعومہ ہیکل سلیمانی تعمیر کریں گے، جو آخری اشارہ ہے الملحمة الکبریٰ (جنگِ عظیم) کی طرف جس میں کتاب مقدس کے مطابق دو تہائی انسان لقمۂ اجل بن جائیں گے، اور جو دجال کے خروج پر منتہی ہوگی۔

"لہٰذا جب آپ دیکھیں گے کہ دانی ایل نبی کی بات کے مطابق گھناؤنی چیز جو تباہی مچاتی ہے، مُقدس جگہ پر کھڑی ہے (پڑھنے والا اپنی سمجھ اِستعمال کرے) 16 تو جو لوگ یہودیہ (آج کا مغربی کنارہ) میں ہوں، وہ پہاڑوں کی طرف بھاگیں۔ 17 جو آدمی چھت پر ہو، وہ اپنی چیزیں لینے کے لیے نیچے نہ اُترے 18 اور جو آدمی کھیت میں ہو، وہ اپنی چادر لینے کے لیے واپس نہ جائے۔ 19 اُس زمانے کی حاملہ عورتوں اور دودھ پلانے والی ماؤں پر افسوس!"(1)

یثرب کی ویرانی

بیت المقدس کی آبادی تو ظاہری اور معنوی دونوں لحاظ سے تھی تو کیا یثرب (مدینہ) کی ویرانی اور خرابی صرف مادی ہے یا مادی اور معنوی دونوں؟

یثرب کی ویرانی مادی بھی ہے اور معنوی بھی (یعنی ظاہری اور باطنی) دونوں لحاظ سے ہوگی۔ یثرب کی مادی ویرانی واقع ہوچکی ہے، اور شاید مکمل بھی ہوچکی ہے، معنوی خرابی کے مظاہر مختلف ہیں، اور وہ بھی واقع ہوچکی ہے۔ اس ویرانی کو سمجھنے کے لیے ہمیں علاماتِ قیامت

(1) (انجیل متی 15-24)

والی احادیث کا ایک عمومی جائزہ لینا چاہئے۔

ایک فریق تو وہ ہے جو دجال، امام مہدی، ملحمۃ الکبری کے متعلق وارد تمام روایات و احادیث کا یکسر انکار کرتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ روایات میں کی گئی پیشین گوئیوں میں دجال ایک شخصیت کا نام نہیں ہے بلکہ یہی عالمی نظام ہی دجال ہے، اس جیسی تاویلات وہ دوسری علامات کے متعلق بھی کرتے ہیں۔ دوسرا فریق جو "لفظی ترجمے" اور نصوص وعبارت کے پیچ وخم ہی میں مقید ہو کر رہ جاتے ہیں، انہوں نے جب دیکھا کہ مدینہ منورہ میں آبادی بڑھ رہی ہے، تعمیرات و ترقی کے کام تیزی سے ہو رہے ہیں، بڑی بڑی بلڈنگیں بن رہی ہیں، تو انہوں نے یہ کہا کہ "یثرب کی خرابی" ابھی تک واقع ہی نہیں ہو چکی ہے، اور یہ علامت مستقبل میں واقع ہو گی۔ ایک فریق وہ ہے جو اس "خرابی" کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ صرف معنوی ہے۔ ان میں سے ہر فریق اپنی اپنی رائے کے مطابق اس خرابی کی تفصیل کرتے ہیں۔

جس طرح بیت المقدس کی ویرانی مادی اور معنوی دونوں لحاظ سے ہے اسی طرح یثرب (مدینہ) کی ویرانی بھی دونوں اعتبار سے ہے، اور یہ واقع ہو چکی ہے۔ اس کو سمجھنے سے پہلے یہ جان لیں کہ حدیث کے مطابق ہم "سنین خداعات" میں یعنی دھوکے والے سالوں میں جی رہے ہیں، جس میں خیر وشر کے معیار اور پیمانے تبدیل بلکہ الٹے ہو جائیں گے، "خرد کا نام جنون، جنون کا خرد" کے مصداق شخصیات وصفات کے ماپنے کے قرینے ہی تبدیل ہو جائیں گے۔ حدیث میں بہ طور مثال یہ بتایا گیا ہے کہ امانت دار کو خائن اور خیانت پیشہ کو امین سمجھا اور دکھایا جائے گا، یعنی ہر چیز اپنی حقیقت سے مختلف نظر آئے گی (یا دکھائی جائے گی) جو شخص آج بھی مدینہ منورہ کو دیکھے گا اسے ظاہری آبادی کی عظیم وعجیب ترقی نظر آئے گی۔ بلا مبالغہ مدینہ میں آج کروڑوں اور اربوں ریال کے منصوبے چل رہے ہیں، کھلی اور وسیع شاہراہیں، لمبی سرنگیں، آراستہ و پیراستہ مساجد، کثیر المنزلہ جدید سہولیات سے آراستہ فائیو سٹار ہوٹل وغیرہ۔ لیکن اگر ہم رسول اللہ

ﷺ کے شہر کو بصیرت کی نگاہوں سے دیکھیں تو شاید ہمیں کچھ مختلف صورت حال نظر آئے۔

البتہ اس سے پہلے مدینہ سے متعلق چند احادیث کا ایک عمومی جائزہ لینا ضروری ہے، تا کہ کوئی تعارض محسوس نہ ہو۔ ہر حدیث اپنا ایک پس منظر رکھتا ہے، اور یہ ایک منظر کے مختلف ٹکڑے ہیں جنہیں باہم جوڑنا پڑتا ہے۔

ایمان مدینہ میں سمٹ آئے گا

عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ و هو يقول: إنَّ الإيمانَ بدأَ غريبا و سيعودُ غريبا كما بَدَأَ، فطوبىٰ يومئذ للغرباء، و هم الذين يصلحون إذا فَسَدَ الناسُ، والذي نفسُ أبي القاسم بيده ليَأرِزُنَّ الإيمانُ بين هذين المسجدَين كَما تَأرِزُ الحيَّةُ إلى جُحرِها.[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ابتدا اجنبیت کی حالت میں ہوئی اور عنقریب یہ دوبارہ اسی اجنبیت کی طرف لوٹے گا، پس ایمان کی وجہ سے ایسے اجنبی سمجھے جانے والے لوگوں کے لیے خوشخبری ہو۔ یہ وہی لوگ ہیں جو لوگوں میں فساد پھیلنے کے بعد اس کی اصلاح کرتے ہیں۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو القاسم (ﷺ) کی جان ہے کہ ایمان ان دونوں مسجدوں (مسجد حرام اور مسجد نبوی) کے درمیان ایسے سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ کر آتا ہے۔

ایمان اور ایمان والے شروع میں اجنبیت کی حالت میں تھے، اسے قبول کرنے والے معاشرے میں اوپرے سمجھے جاتے تھے۔ لوگوں سے الگ تھلگ ان کی شناخت ہوتی تھی، پھر اللہ نے کرم کر دیا اور اسلام پھیل گیا، بلکہ دنیا پر غالب آ گیا، اور اس کی غربت کا دور ختم ہو گیا، لیکن

---

(1) السنن الواردة في الفتن للداني، مسند الإمام أحمد، مسند أبي يعلى.

آخر زمانے میں ایک بار پھر یہ حجاز تک محدود ہو جائے گا، جیسے سانپ اپنے بل تک محدود ہو جاتا ہے۔[1]

(1) ایمان کو سانپ کے ساتھ اور مدینہ کو سانپ کے بل کے ساتھ تشبیہ دینے میں بھی ایک لطیف نکتہ ہے، ایمان کی مومن کی حیات پر ایک عظیم تاثیر رکھتا ہے، یہ مومن کو قوت و استقامت جیسے صفاتِ حمیدہ کے ساتھ متصف کرتا ہے۔ حیوانات کے ماہرین نے سانپ میں یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو اور اعضائے جسم کو لمبا بنا کر پیدا کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ قوت اور صبر کی صفات رکھتا ہے۔ اگرچہ اس کے پاؤں نہین ہوتے لیکن یہ زمین کے اوپر بسہولت چلتا ہے، اور ایسے قوی عضلات کا مالک ہے کہ اپنے شکار کو مروڑ کر مار دیتا ہے۔ یہی صفت مومن میں پائی جاتی ہے کہ اللہ نے اسے ایمانی قوت نصیب کی ہے، جس کی وجہ سے یہ ناپسندیدہ امور میں برداشت سے کام لے سکتا ہے۔ سانپ میں برداشت اور صبر کی حیران کن حد تک صلاحیت پائی جاتی ہے کہ سردیوں میں یہ مہینوں خوراک سے دور رہ سکتا ہے، اور ایک وقت کا کھانا ایک طویل مدت تک کام دے سکتا ہے۔ اسی طرح مومن روزے کی حالت میں گھنٹوں بھوکا اور پیاسا رہ کر اللہ کے لئے سختی برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

سانپ کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ انتہائی قوی ہاضمے کا مالک ہے، یہ اپنی جسامت اور قوت کے مطابق ہر قسم کے جانور کو شکار کر کے کھالیتا ہے، اور اسے ہضم کر سکتا ہے۔ اس کے معدے کی تیزابیت اس کے شکار کو ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ جانور، پرندے، ہڈیاں، کھال سب اس کے مضبوط ہاضمے میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مومن بھی کسی مخصوص غذا کا اسیر نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ بھی حلال کھانا مل جائے خدا کا دیا فضل سمجھ کر شکر کر کے کھالیتا ہے۔ اسی طرح معنوی غذا (اعمال صالحہ) سے بھی یہ سیر نہیں ہوتا۔ حدیث میں ہے کہ مومن کبھی بھی عمل صالح سے سیر نہیں ہوتا۔ (لا يَشبَعُ المؤمِنُ مِن خَيرٍ يَسمَعُه حتى يكونَ مُنتهَاهُ الجنَّة. رواه ابنُ حبان والحاكم والبيهقي والضّياء المقدسي عن أبي سعيد.)

سانپ کو قدرت نے قوت احساس سے نوازا ہے۔ یہ اپنے قریب کسی بھی زندہ جسم کی حیوانی حرارت کو محسوس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی قوتِ حس کی وجہ سے یہ اندھیرے میں بھی چل سکتا ہے، اس کے سونگھنے کی حس بھی بہت تیز ہے۔

اسی طرح مومن کے دل میں جب ایمان قرار پکڑ لیتا ہے تو اسے ایمانی احساس کی صلاحیت نصیب ہوتی ہے، اور اپنی فراستِ ایمانی کی بدولت یہ حق و باطل کی تمیز کر سکتا ہے، نورِ ہدایت کی وجہ سے یہ ظلمتوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایمان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے۔

یعنی وہ ایمان جو مدینہ منورہ سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل چکا ہو گا اور جس میں لوگ جوق در جوق داخل ہو رہے تھے، مشرق و مغرب میں کروڑوں مسلمان اس کے نام لیوا تھے، یہ ایمان آخری زمانے میں اجنبی بن جائے گا اور یہ مدینہ کی طرف ایسا سمٹ آئے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل سے نکل کر پھیل جاتا ہے پھر لوٹ کر سمٹ کر اپنے بل میں واپس گھس جاتا ہے۔ یعنی مدینہ منورہ کو معنوی یا روحانی کسی قسم کی خرابی متاثر نہیں کر سکتی، یہاں تک کہ قربِ قیامت میں بھی۔ اہلِ ایمان کے آخری گروہ کو جو مدینہ میں پناہ لیے ہوئے ہوں گے دجال بھی کچھ نہیں کہہ سکے گا اور وہ بھی مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ تب اس کے دروازوں پر فرشتے پہرہ دے رہے ہوں گے۔

يأتي على الناس زمانٌ يدعو الرجل ُابن َعمِّه وقريبَه هَلُمَّ إلى الرخاء، والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون، والذي نفسي بيده لايخرج منها أحدٌ رغبةً عنها إلا أخلف الله فيها خيراً منه.[1]

"لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں ایک شخص اپنے چچازاد اور اپنے قریبی عزیز کو کہے گا کہ آؤ مال کی فراخی کی طرف چلتے ہیں، اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہو گا اگر وہ جانتے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کوئی بھی شخص جو مدینہ سے بے رغبتی کی وجہ سے

پھر مدینہ کو سانپ کے بل سے تشبیہ دی ہے کیونکہ سانپ سب سے زیادہ اپنے بل میں محفوظ رہتا ہے، مومن، دجال کے زمانے میں سب سے زیادہ حجاز میں محفوظ رہے گا۔ اور جس طرح سانپ پر حملہ آور دشمن جب بل میں ہاتھ ڈالتا ہے تو خود شکار ہو جاتا ہے اسی طرح مدینہ مومن کے لئے ایمانی پناہ گاہ ہے جو یہاں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے وہ خود شکار ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔

(1):مسلم

نکلا تو اللہ ضرور اس کے بعد کسی اور کو جو اس سے بہتر ہو گا لا بسائے گا"

بلکہ مدینہ میں رہائش رکھنے اور یہاں کی سختیوں پر صبر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہو گا اگر لوگ جانتے ہوں، کوئی بھی شخص جو اس میں بے رغبتی کی وجہ سے اسے چھوڑ دے گا تو اللہ اس سے بہتر شخص اس کے بدلے میں لے کر آئے گا۔ اور جو شخص بھی یہاں کی سختی اور مشقت پر صبر کرکے یہاں ثابت قدم رہے گا میں اس کے لیے قیامت کے دن سفارشی یا گواہ ہوں گا۔[1]

گویا حضور ﷺ نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ مدینہ کی طرف ہجرت کی جائے، اس میں رہائش رکھی جائے، اور مختلف سختیوں اور زمانے کے حالات پر صبر کیا جائے۔ عموماً اہلِ مدینہ ان احادیث کو جانتے ہیں، اور مدینہ میں رہنے اور مرنے کی فضیلت سے واقف ہیں، اسی وجہ سے مدینہ سے وہ کسی بھی وجہ سے نہیں نکلتے الّا یہ کہ کوئی عظیم الشان حادثہ پیش آجائے جو انہیں نکلنے پر مجبور کرے۔ ایسا عظیم حادثہ کیا ہو سکتا ہے؟

دجال سے مدینہ کی حفاظت

عَنْ مِحْجَنِ بْنِ الأَدْرَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ: يَوْمُ الْخَلاصِ، وَمَا يَوْمُ الْخَلاصِ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا يَوْمُ الْخَلاصِ؟ فَقَالَ: يَجِيءُ الدَّجَّالُ، فَيَصْعَدُ أُحُدًا، فَيَطَّلِعُ، فَيَنْظُرُ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَيَقُولُ لأَصْحَابِهِ: أَلا تَرَوْنَ إِلَى هَذَا الْقَصْرِ الأَبْيَضِ، هَذَا مَسْجِدُ أَحْمَدَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَدِينَةَ، فَيَجِدُ بِكُلِّ نَقْبٍ مِنْ نِقَابِهَا مَلَكًا مُصْلِتًا، فَيَأْتِي سَبْخَةَ الْجُرُفِ، فَيَضْرِبُ رِوَاقَهُ، ثُمَّ تَرْتَجِفُ

[1] مسلم

الْمَدِينَةُ ثَلاثَ رَجفَات، فَلا يَبْقَى مُنَافِقٌ وَلا مُنَافِقَةٌ، وَلا فَاسِقٌ وَلا فَاسِقَةٌ، إِلا خَرَجَ إِلَيْهِ، فَتَخْلُصُ الْمَدِينَةُ، وَذَلِكَ يَوْمُ الْخَلاصِ .[1]

حضرت محجن بن الادرع رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے خطبے کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: خلاصی (نجات) کا دن! خلاصی کا دن کیا ہے؟ خلاصی کا دن! خلاصی کا دن کیا ہے؟ خلاصی کا دن! خلاصی کا دن کیا ہے؟ تو کہا گیا کہ خلاصی کا دن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دجال آئے گا اور احد پہاڑ پر چڑھ جائے گا، اور مدینہ کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہے گا: کیا تمہیں یہ سفید محل نظر آرہا ہے؟ یہ احمد (ﷺ) کی مسجد ہے، پھر مدینہ آنا چاہے گا تو اس کے ہر راستے پر تلوار سونتے فرشتے کو پائے گا، چنانچہ سبخۃ الجرف آکر وہاں اپنے لیے ایک سائبان بنائے گا، پھر مدینہ میں تین بار زلزلہ آئے گا، تو کوئی منافق مرد اور عورت اور کوئی فاسق مرد اور عورت ایسے باقی نہیں بچیں گے مگر اس کی طرف نکل آئیں گے۔ پس یہی خلاصی کا دن ہے۔

یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ دجال کے خروج کے وقت مدینہ کی حالت بیان فرمارہے ہیں کہ جب دجال مدینہ کو تاراج کرنا چاہتا ہوگا اور وہ **سبخۃ الجرف** آئے گا، **سبخۃ** ریتیلی زمین کو کہتے ہیں، **سبخۃ الجرف** مدینہ سے شمالی جانب تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ دجال کے زمانے میں یہ مادی، روحانی اور ایمانی لحاظ سے آباد ہوگا، باوجود اس میں بعض منافقین کے موجود ہونے کے، اور مسجد نبوی سفید محل کی طرح ہوگا۔ حالانکہ نبی ﷺ کے زمانے میں یہ کچی اینٹوں سے بنی خاکی رنگ کی عمارت تھی جس کی چھت کھجور کی شاخوں اور لکڑیوں سے بنائی گئی تھی، اور اس کے ستون کھجور کے درختوں کے تنے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں سفید پتھر کا استعمال دور حاضر میں ہی ہوا، جب 90 کی دہائی میں شاہ فہد کے دور میں اس میں توسیع ہوئی، جو شخص آج مسجد نبوی کو احد پہاڑ سے دیکھے گا اسے یہ ایک سفید محل کی طرح نظر

(1)مسند أحمد، مستدك حاكم هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

آئے گی۔ اس سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے کہ دجال کا خروج قریب ہی ہے۔



سبحتا لجرف

ایک اور حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آخر قريةٍ من قُرى الإسلامِ خراباً المدينة [1]

”اسلام کے شہروں میں سب سے آخر میں ویران ہونے والا شہر مدینہ ہے۔“

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مدینہ آباد رہے گا، اور مادی یا روحانی کسی لحاظ سے اس پر کوئی ویرانی نہیں آئے گی نہ بیت المقدس کی آبادی کے بعد، نہ جنگِ عظیم کے بعد اور بلکہ دجال کے خروج تک۔ یہ مدینہ کے فضائل میں سے ہے کہ یہ آخر تک آباد ہے گا، کیونکہ یہ ایمان کی پناہ گاہ ہے، اور ایک قول کے مطابق یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔

یہاں تک پہنچ کر پھر وہی اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اس سے تو صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کی ویرانی بیت المقدس کی آبادی کے بعد ہوگی، جس کے بعد جنگِ عظیم (ملحمہ) برپا ہوگی، جو امام مہدی کے ظہور کے بعد خلافت میں پیش آئے گی۔ یعنی یہ حدیث سابقہ احادیث کے ساتھ متعارض ہے، جن میں

---

(1) رواه الترمذي و قال: هذا حديث حسن غريب.

دجال کے وقت اور اس کے بعد مدینہ کی آبادی کا ذکر ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ ہمارے مشاہدے کے بھی خلاف ہے جو ہمیں مدینہ میں ظاہری آبادی اور ترقی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ حالانکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی صحیح ہے۔

اگر آپ غور کریں تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث کے علاوہ تمام احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ کا ذکر کیا تو لفظِ "مدینہ" کے ساتھ ذکر کیا، جو اس کا وہ نام ہے جو اسے رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا، لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی خرابی کا ذکر کیا تو فرمایا: "یثرب کی خرابی" مدینہ کی خرابی یا ویرانی نہیں فرمایا۔

مزید یہ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں، یعنی مدینہ کے ہیں، وہیں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، اپنی زندگی کا اکثر حصہ مدینہ میں ہی گزارا سوائے وفات سے پہلے چند مہینوں کے جب انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا امیر مقرر کیا، اور وہیں ان کا 36 سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے مدینہ میں سنی ہے مکہ میں نہیں، اور جس وقت آپ ﷺ یہ حدیث ارشاد فرما رہے تھے اس وقت بھی یہ شہر، یثرب کی بجائے اپنے نئے نام (یعنی مدینہ) کے ساتھ موسوم ہو چکا تھا۔ اگر یہ حدیث مکہ میں ارشاد فرماتے تب تو یہ بات فہم و منطق کے مطابق تھی کہ آپ ﷺ مدینہ کا ذکر کرتے ہوئے اس کا نام یثرب ذکر فرماتے، لیکن یہ مدینہ میں رہ کر ارشاد فرمائی ہے جبکہ اس کا نام تبدیل ہو چکا تھا اور آپ ﷺ نے پھر بھی اسے یثرب فرمایا۔

حضور ﷺ جنہیں اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے تھے یعنی ایسے مختصر جامع کلمات جن میں معانی کا ایک جہاں پنہاں ہوتا ہے، آپ ﷺ کا علاماتِ قیامت کی حدیث میں اس شہر کی ویرانی کے تذکرے میں لفظِ "یثرب" کا نام لینا اس بات کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے

کہ جو ویرانی اس شہر میں ملحمہ یعنی جنگِ عظیم سے پہلے پیدا ہو گی وہ ہر اس چیز اور حالت پر طاری ہو گی جو اس شہر میں قدیم اور تاریخی ہو گی۔ یعنی وہ تمام قدیم اور تاریخی علامات، مقامات اور جگہیں اور حالات جو یہاں اس کے قدیم نام "یثرب" کے وقت تھیں، ویران ہو جائیں گے۔

اور عملاً ایسا ہی ہوا کہ اس شہر میں وہ تمام آثار جو رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اجمعین سے متعلق تھیں اور جن کی مسلمانوں نے صدیوں تک حفاظت کی تھی انہیں مٹا دیا گیا اور مسمار کر دیا گیا، ان میں سے بہت سارے آثار بیسویں صدی کے آخری چوتھائی تک بھی باقی تھیں، لیکن شرک کے نام پر، مسجد نبوی کی توسیع اور ہوٹلوں کی تعمیرات کے بہانے انہیں مسمار کر دیا گیا۔ (قطع نظر اس بات کے کہ قبور کو سجدہ گاہ بنانا اور ان پر تعمیر بنانے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے)

حالانکہ یثرب کی یہ ویرانی اسی زمانے میں ہوئی جب بیت المقدس کی آبادی ہو رہی تھی اور جب یہود مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگیں کھود رہے تھے تاکہ انہیں ہیکل یا یہودی تاریخ کی کوئی قدیم کمزور سی نشانی نظر آئے، جسے بنیاد بنا کر وہ مسجد اقصیٰ کو منہدم کر کے اس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کریں۔ عین اسی دور میں مدینہ کے تاریخی آثار کو ختم کر دیا گیا، چنانچہ شہر مدینہ میں آج ایسی کوئی تاریخی عمارت یا نشانی باقی نہیں بچی ہے جو اس زمانے کی ہو جب یہ یثرب کہلاتا تھا بلکہ اس کے بعد کے زمانے کا بھی کچھ باقی نہیں ہے۔ غزوہ خندق کی جگہ، جہاں سات مسجدیں بنائی گئیں تھیں سب کو مسمار کر دیا گیا، یہاں تک کہ مسجد نبوی بھی بالکلیہ تبدیل کر دی گئی ہے اور اس میں تاریخی کچھ باقی نہیں رہا ہے، اور یہ ایک سفید محل بن چکا ہے، جسے دیکھ کر دجال کہے گا کہ یہ "احمد" ﷺ کا محل ہے۔ یعنی یہ ویرانی واقع ہو چکی ہے اور اس کے ملبے پر مدینہ کی موجودہ تعمیر و ترقی کی بنیادیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔

معنوی خرابی

مادی ویرانی کی طرح یہ ویرانی معنوی بھی ہے اور اس کے بھی متعدد مظاہر ہیں، سب سے پہلے تو اِس کے اُس دینی، تہذیبی اور سیاسی کردار کا خاتمہ ہوا (جو اس کو پہلے حاصل تھا) موجودہ زمانے میں مدینہ کا اس حوالے سے کوئی کردار نہیں ہے، گویا یہ وہ شہر ہی نہیں رہا جو پہلی خلافت راشدہ کا دارالخلافہ تھا، اور یہاں روم و فارس کی قسمت کے فیصلے ہوتے تھے۔ تاریخ میں مدینہ اس "ویرانی" کی حالت کو کبھی نہیں پہنچا تھا۔ کسی عالمی چینل یا اخبار میں مدینہ کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، اس کا موجودہ عالمی و ملکی سیاست میں کوئی کردار نہیں رہا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب دارالخلافہ مدینہ سے دمشق پھر بغداد اور دوسرے شہروں کی طرف منتقل ہوا تھا تب بھی شہر مدینہ ایک فعال سیاسی کردار ادا کر رہا تھا۔

اس کے برعکس "القدس" کا سیاسی و تہذیبی کردار اب بھی باقی ہے۔ بلکہ اسرائیل کا اسے اپنا دارالحکومت قرار دینے کے بعد مزید روبہ ترقی ہے، اور نیل سے فرات تک گریٹر اسرائیل کے منصوبے کا سرنامہ ہے، یہاں پر یہودیوں کے لئے جدید ترین سہولیات سے آراستہ بستیاں بسائی گئی ہیں۔ دوسری طرف مدینہ منورہ آج فقط دینی سیاحت کا ایک مرکز بن چکا ہے، گویا معاذ اللہ اسے ایک دینی عجائب گھر کی حیثیت دے دی گئی ہے، جس میں لوگ فقط زیارت اور تبرک کے لیے آتے ہیں (اور اس مقدس شہر کے پاک و متبرک ہونے میں کیا شک ہے) لیکن اس کا وہ عظیم عالمی و سیاسی کردار نہیں رہا جو ہونا چاہئے تھا اور جو ایک طویل عرصے تک یہ ادا کرتا رہا ہے۔ جب مدینہ منورہ کو اس کا وہ مقام نہیں ملا جس پر کئی صدیوں تک یہ فائز تھا تو یہی اس کی "ویرانی" ہے۔

آج کا مدینہ منورہ جبکہ مسلمانوں کی تعداد پوری دنیا میں ڈیڑھ سے پونے دو ارب کے درمیان ہے، یونیورسٹیوں، کالجوں اور جامعات سے بھرپور ایک شہر ہونا چاہئے تھا، اس کی شاہراہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں طلبہ کی رش سے بھری ہوئی ہونی چاہئے تھیں، جو عالم اسلام کے

مختلف گوشوں سے کھینچ کھینچ کر یہاں طلبِ علم کے لئے آتے۔ یہاں عظیم الشان لائبریریاں ہوتیں، عالمی معیار کے ٹی وی چینل ہوتے جو صحیح اسلامی عقیدے و نظریے اور مومنانہ اخلاق و کردار کی ترویج کا کام کرتے، یہ شہر عالم کفر کے ساتھ ہمہ قسم کی مقاومت کا مورچہ بنتا، اسے پوری دنیا میں اسلامی تہذیب و تمدن کی دعوت و اشاعت کا مرکز ہونا تھا، اور ایک بہت مثالی صورت حال فرض کر لیں تو عالم اسلام کا جہادی مرکز بھی یہی ہوتا، لیکن سیکولرازم سے متاثر عالم اسلام اور فتنہ دُہیما کی شکار مسلم امت کی موجودہ صورت حال میں یہ بہت بعید ہے۔

جبکہ دوسری جانب القدس یونیورسٹیوں اور جامعات سے بھرپور ہے، جہاں اسرائیل کی قائم کی ہوئی یونیورسٹی دنیا کی اعلی سطح کی یونیورسٹیوں میں داخل ہے۔ لیکن مدینہ منورہ میں ایک ہی جامعہ اسلامیہ ہے جو شومئ قسمت سے سیاست کا شکار ہے، جس میں غیر ملکی طلبا کی تعداد چند سو (وہ بھی اچھے حالات میں) سے زائد نہیں ہوتی۔ جبکہ اس کے مقابلے میں ہوٹل اور بلند و بالا بلڈنگیں ہزاروں کی تعداد میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مکڈونلڈ اور کینٹکی کے ہزاروں برانچز حجاز اور مدینہ منورہ میں موجود ہیں جن کے مالک یہودی فری میسن ہیں، یوں بیت المقدس کی آبادی کا سرمایہ ”یثرب کی ویرانی“ سے ”حاصل کیا جاتا ہے۔

ویرانی کی تکمیل

البتہ یثرب کی اس ”ویرانی“ کا نقطہ تکمیل کب ہوتا ہے کہ جس کے بعد الملحمہ کا خروج ہوگا؟ نعیم بن حمادؒ کی ایک روایت سے اس کی کچھ وضاحت ہوتی ہے:

يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ، كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيفَةٍ، ثُمَّ لَا يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ، ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلًا لَمْ يُقْتَلْهُ قَوْمٌ – ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ – فَقَالَ: فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى

الثَّلْجِ، فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيُّ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے خزانے کے پاس تین آدمی لڑیں گے، تینوں خلیفہ کے بیٹے ہوں گے، حکومت کسی کو نہیں ملے گی، اس کے بعد مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکل آئیں گے اور وہ تمہارا ایسا قتلِ عام کریں گے کہ ایسا کسی نے نہیں کیا ہو گا، اس کے بعد نبی ﷺ نے کچھ اور بھی فرمایا جس کو میں محفوظ نہیں کر سکا، پھر فرمایا: جب تم اسے دیکھو تو اس کی بیعت کرو اگرچہ برف پر گھسٹنا پڑے کیونکہ اس میں اللہ کے خلیفہ امام مہدی ہوں گے۔

اس روایت میں دو باتوں کی پیشین گوئی کی گئی ہے، پہلی یہ کہ ایک حاکم کی موت پر اس کے تین بیٹوں یا خاندان کے تین افراد میں اقتدار کے لئے لڑائی ہو گی، خلیفہ کے لفظ سے مراد حاکم ہے یا بہ ظاہر یہ راوی کی تعبیر ہے، کیونکہ یہ بات روایات سے معلوم ہے کہ حضرت امام مہدی سے پہلے دنیا ظلم و جبر سے بھری ہوئی ہو گی، اور مسلمان شدید اختلاف و انتشار کا شکار ہوں گے، خوف کی فضا ہو گی، ایسی صورت حال میں کسی خلافت کا قیام نا قابلِ فہم ہے، کیونکہ یہ کیسی خلافت ہو گی جس کی موجودگی میں بھی زمین میں ظلم و ستم جاری ہو گا؟ لوگوں میں اختلاف ہو گا اور خوفزدہ ہوں گے۔ نیز یہ بھی احادیث میں مروی ہے کہ حضرت امام مہدی کے ذریعے قائم ہونے والی خلافت منہج نبوت کے مطابق ہو گی، جو الملك الجبري کے بعد ہو گی۔

یہ حاکم کس جگہ کا ہو گا؟ ممکنہ طور پر یہ حاکم حجاز یا موجودہ سعودی عرب کا حاکم ہو سکتا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کا ظہور اور آپ کی بیعت مکہ میں ہو گی، بیعت سے پہلے ہی آپ کی موجودگی مکہ، مدینہ اور طائف میں ہو گی، اس لئے سب سے پہلے آپ کا واسطہ سعودی حکام سے ہو گا۔ انہیں اقتدار چھن جانے کا خطرہ ہو گا، اور یہ حاکم حضرت امام مہدی کے جانی دشمن ہوں گے۔ اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ کسی بھی دوسرے ملک کی بہ جائے

---

(1) رواه ابن ماجة، والحاكم و نعيم بن حماد.

سعودیہ ہی وہ ملک ہو سکتا ہے جہاں حالات کی خرابی حضرت امام مہدی کے ظہور کا راستہ ہموار کردے۔ ایک حاکم کی موت پر خاندان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، لڑائی چلتی رہے گی جس کا نتیجہ کسی بھی دعویدار کے حق میں نہیں نکلے گا، قیادت کا خلا پیدا ہو جائے گا۔ اور یوں امت کو اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدی کی خلافت سے نواز دے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس روایت میں خطاب صحابہ کرام سے کیا اور فرمایا: **عند دارکم هذا** "اس گھر کے پاس لڑائی ہوگی" یعنی اقتدار کی یہ جنگ بیت اللہ کے آس پاس ہوگی۔ اور یہاں کے حکام ہی اس میں ملوث ہوں گے۔

آل سعود جن کو اہلِ سنہ کی مختلف روایات میں "بنو العباس" کہا گیا ہے جو بہ ظاہر راوی حدیث کی جانب سے اِضافہ ہے، جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے بنو امیہ کا دورِ حکومت **الملك العاض** گمان کیا، بنو العباس کے زمانۂ حکومت کو **الملک الجبري** سمجھا جس کے بعد منہجِ نبوت پر قیامِ خلافت کی نوید سنائی گئی ہے۔ حالانکہ بنو العباس کو گزرے سینکڑوں سال ہو چکے ہیں۔ ان کے بعد عثمانی خلافت کے خاتمے کی بھی صدی پوری ہونے والی ہے، اور امت مسلمہ ظلم وجبر کے کٹھن دور سے گزر رہی ہے۔ آگے انتظار ایسے قائد کا ہے جو امت کی ڈوبتی کشتی کو ظلم کے بھنور سے نکال دے۔

دوسری بات جس کی اس حدیث میں پیشین گوئی کی گئی ہے یہ ہے کہ "تمہارے اوپر کالے جھنڈوں والے حملہ آور ہوں گے اور تمہارا ایسا قتلِ عام کریں گے کہ ایسا کسی نے نہیں کیا ہوگا۔

کالے جھنڈے اس وقت القاعدہ، الدولۃ الاسلامیہ (داعش) دونوں کے ہیں۔ پروپیگنڈے کے طوفان میں اگرچہ بہت ساری حقیقتیں نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان دونوں تنظیموں سے یہ امکان بہت بعید ہے کہ یہ عرب میں داخل ہو کر عام

مسلمانوں کا ایسا قتلِ عام کریں کہ اس جیسا کسی نے نہیں کیا ہو گا۔ جبکہ خود کفار کا ظلم وستم ہر حد پار کر چکا ہے، اس لیے کالے جھنڈے والوں کی طرف سے ایسا قتلِ عام ایک تاریخی اور قدیم کینے کی خبر دیتا ہے، جو بنو عباس کے دور سے چلا آرہا ہے، جس کے وارث اس وقت شیعہ اثنا عشریہ ہیں، جو اپنے سینوں میں اہلِ سنت کے خلاف ایک تاریخی بغض رکھتے ہیں، اور جن کے ساتھ معرکہ ضرور برپا ہونا ہے، جس کی ابتدا عراق، یمن اور شام میں مجاہدین کے لشکروں کی موجودگی سے ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم

سعودی خاندان کے باہمی اختلافات کی وجہ سے ممکن ہے کہ شاہ سلمان کی موت پر شاہی خاندان کے تین افراد کے درمیان لڑائی ہو جائے اور اس دوران ایران و امریکہ کی جنگ چھڑ جائے، جس کے آثار نظر آرہے ہیں، تب شیعہ اپنا تاریخی بغض نکالنے کے لئے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے امریکی اڈوں کے بہانے سعودی عرب پر حملہ کریں اور حجاز میں ایسا قتلِ عام کریں جو کسی نے نہیں کیا ہو گا، تب امام مہدی کا ظہور ہو گا، اور تب یثرب کی ویرانی انتہا کو پہنچ جائے گی جس کے بعد الملحمۃ الکبری ہو گا۔ واللہ اعلم!

ویرانی میں حصہ ڈالنے والے

مدینہ کی ویرانی میں یہاں کے ظالم حکام کا بھی دخل ہے، جو یہاں اسلام پسندوں پر خدا کی یہ کشادہ زمین تنگ کر دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی مثال دورِ نبوت کے ان منافقین جیسی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر سازش کا حصہ ہوتے تھے۔ مدینہ کے لئے "یثرب" کا لفظ استعمال کرنا انہی کی سنت ہے،[1] اور شاید اس روایت میں یثرب کے لفظ سے اسی جانب اشارہ ہے کہ "طیبہ" کی اس ویرانی میں یہاں کے منافقانہ صفات رکھنے والے حکام بھی حصہ دار ہوں گے۔

---

(1) مسند احمد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ: "جس نے مدینہ کا نام یثرب کہا وہ اللہ سے استغفار کرے۔ یہ طابہ (پاکیزہ) ہے، یہ طابہ ہے۔ فتح الباری ج ۴ ص ۱۰۵۔

سورت احزاب میں مدینہ کو یثرب کہا گیا ہے لیکن وہ بطور حکایت ہے۔ جب منافقین نے غزوہ احزاب سے پیچھے رہنے کے لئے جھوٹا عذر پیش کیا اور جہاد سے بھاگنے کے لئے کہنے لگے کہ:

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾[1]

"اور جب اُنہی میں سے کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ: یثرب کے لوگو! تمہارے لئے یہاں ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، بس واپس لوٹ جاؤ۔ اور اُنہی میں سے کچھ لوگ نبی سے یہ کہہ کر (گھر جانے کی) اِجازت مانگ رہے تھے کہ: ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ (کسی طرح) بھاگ کھڑے ہوں۔"

منافقین کو رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا نام پسند نہیں تھا، اس لئے انہوں نے مدینہ کی بجائے یثرب کہہ کر پکارا، جہاد سے بھاگنے کے لئے جھوٹے اعذار تلاش کئے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے اِن کے بارے میں یہ فرمایا کہ یہ ہر فتنے کی آگ کا ایندھن بننے کے لئے تیار ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا۝﴾[2]

"اور اگر دشمن مدینے میں چاروں طرف سے آگھسے، پھر ان سے فساد میں شامل ہونے کو کہا جائے تو یہ اس میں ضرور شامل ہو جائیں گے، اور (اس وقت) گھروں میں تھوڑے ہی ٹھہریں گے"

---

(1) الأحزاب ١٣.

(2) الأحزاب ١٤

چند آیات کے بعد ان کی خباثتوں کا مزید بیان کیا گیا ہے، فرمایا:

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾[1]

”اگر وہ لوگ باز نہ آئے جو منافق ہیں، جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو شہر میں شر انگیز افواہیں پھیلاتے ہیں، تو ہم ضرور ایسا کریں گے کہ تم ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہو گے، پھر وہ اس شہر میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکیں گے، البتہ تھوڑے دن“

منافقین کو مدینہ جیسے طیب اور پاک شہر کو رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا نام منظور نہیں تھا، جہاد سے پیچھے رہنے کے بہانے بناتے تھے، بلکہ مسلمانوں کے خلاف ہر دشمن کا ساتھ دینے پر بھی آمادہ تھے، جب کوئی لشکر اللہ کے راستے میں نکلتا تھا تو یہ دشمن کی قوت و طاقت سے مسلمانوں کو ڈراتے تھے اور مسلمانوں کی شکست کی جھوٹی افواہیں بھی پھیلاتے تھے۔ نیز یہاں خواتین بھی اُن کی نظروں سے محفوظ نہیں تھیں، کہ یہ شہوت پرست مسلمان خواتین کو چھیڑتے تھے[2]۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے دلوں میں روگ ہے، جس کی تفسیر مفسرین نے دل کے شہوانی جذبات و خیالات سے کی ہے، ان سے حفاظت کے لئے اللہ نے حجاب کا حکم نازل کیا۔ اس لئے مدینہ میں ایسے لوگوں کا برسرِ اقتدار آنا جو جہاد و مجاہدین کے خلاف ہوں، مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھی ہوں اور پردہ و حجاب کو ختم کر کے مسلمانوں میں جنسی آوارگی اور فحاشی و عریانی پھیلانے کے درپئے ہوں یہ بھی مدینہ کی ”ویرانی“ ہے۔ آج کے سیکولر حکمران انہی منافقینِ مدینہ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ مدینہ بلکہ حجاز جیسے متبرک مقام کو آل سعود نے انہیں

---

(1)الأحزاب ٦٠

(2)وقيل : كان منهم قوم يرجفون ، وقوم يتبعون النساء للريبة ، وقوم يشككون المسلمين . قال عكرمة وشهر بن حوشب : الذين في قلوبهم مرض يعني الذين في قلوبهم الزنى . وقال طاوس : نزلت هذه الآية في أمر النساء . وقال سلمة بن كهيل : نزلت في أصحاب الفواحش. القرطبي ١٨١/٧

گناہوں سے آلودہ کر دیا ہے۔ ایسے گناہوں کا یہاں رواج پانا بھی اس مقدس شہر کی ویرانی ہے۔

سفیانی کے ہاتھوں مدینہ کی ویرانی

مدینہ کی اس ویرانی میں سفیانی نام کی ایک شخصیت کا بھی ہاتھ ہو گا، جس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے حجاز میں آپ کے انصار سرگرم ہوں گے جو حضرت امام مہدی کی بیعت اور نصرت کے لئے جمع ہوں گے، حجاز کے حکام کو ان سے خطرہ ہو گا۔ اس دوران شاہی خاندان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، اقتدار کی چپقلش کی وجہ سے باہر کے ملکوں کو مداخلت کا موقع مل جائے گا اور وہ سعودی عرب خصوصا حجاز میں دخل اندازی کریں گے، نیز دجال جو پسِ پردہ حضرت امام مہدی اور آپ کے انصار کی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے ہو گا اپنی کٹھ پتلیوں کو ان کے خلاف میدان میں اتار دے گا، ایسے موقع پر مصر، شام اور حجاز میں سفیانی صفات کے حامل متعدد حاکم سامنے آئیں گے۔

سفیانی ان کے تعاقب میں مدینہ تک فوج بھیجے گا جہاں پر یہ قتل و غارت گری کریں گے، اور مدینہ کی ویرانی کا ذریعہ بنیں گے۔ حضرت امام مہدی کو تلاش کرنے کے لئے جو سات علما حرم مکی میں اکٹھے ہوں گے، وہ جب حضرت مہدی کو پہچانیں گے تو اُن سے بیعت کی درخواست کریں گے لیکن وہ ان کو جل دے کر مدینہ جائیں گے، پھر مکہ آئیں گے، ایسا تین دفعہ ہو گا۔ تیسری دفعہ میں یہ سات علما انہیں حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان جالیں گے اور کہیں گے:

إثمنا عليك و دماءُنا في عنُقك إن لم تَمُدَّ يدَكَ نُبَايِعكَ، هذا عسكَرُ السفياني قد تَوَجَّهَ في طلبِنَا عليهم رجلٌ من حزم.[1]

"ہمارا گناہ آپ کے ذمے اور ہمارا خون آپ کی گردن پر ہو گا اگر آپ نے بیعت کرنے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا۔ یہ دیکھیں سفیانی کا لشکر جن کا کمانڈر (قبیلہ) حزم کا آدمی ہے ہماری تلاش

[1] الإشاعة لأشراط الساعة ص ٩٤.

میں نکل چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت امام مہدی کی بیعت کی جائے گی۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ:

يُبعَثُ بجيش إلى المدينة فيأخُذُونَ مَن قَدَرُوا عليه من آل محمدﷺ، و يُقتَل من بني هاشم رجالٌ و نساءٌ، فعند ذلك يَهربُ المهديُّ و المبيّضُ من المدينة إلى مكة فيَبعَثُ في طلبهما و قد لحِقا بحرم الله و أَمنِه.[1]

"مدینہ کی جانب ایک لشکر بھیجا جائے گا وہ آل محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں سے مردوں اور عورتوں میں سے جس کو پکڑ سکتے ہوں گرفتار کرلیں گے۔ تب مہدی اور مبیّض (امام مہدی کے ساتھی) مدینہ سے مکہ کی جانب جائیں گے۔ ان کے پیچھے بھی (فوج) بھیجی جائے گی جبکہ یہ لوگ اللہ کے حرم اور امن کی جگہ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔"

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: تكون بالمدينة وقعةٌ تغرِقُ فيها أحجارُ الزيت، ماالحرَّةُ عندها إلّا كضربة سوط، فيُنْتَحىٰ عن المدينة قدر بريدين ثُم يبايَعُ إلى المهدي.[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک ایسا حادثہ ہو گا، جس میں احجار الزیت (مدینہ کا ایک علاقہ) ڈوب جائے گا، حرّہ کا واقعہ بھی اس حادثے کے سامنے کوڑے کے وار کی طرح ہو گا۔ پھر یہ لشکر مدینہ سے دو برید (تقریباً چوبیس میل) کے بہ قدر ہٹ جائے گا۔ اس کے بعد مہدی کی بیعت کی جائے گی۔

سفیانی کو جب حضرت امام مہدی کی بیعت کا علم ہو جائے گا، تب وہ پہلے مدینہ کی جانب لشکر بھیج دے گا جہاں وہ قتل و غارت گری مچائے گا اور تین دن اس کی بے حرمتی کرے گا۔[3]

---

(1) الفتن رقم: ٩٢٣.

(2) الفتن رقم: ٩٣٢.

(3) عن ابن شهاب قال: إذا أتوا المدينة قتلوا أهلها ثلاثة أيام، رواه نعيم في الفتن، رقم ٩٢٨.

جس کی وجہ سے مدینہ والے مجبور ہو کر یہاں سے نکل جائیں گے۔

إن أهل المدينة يخرجون منها بسبب بطش السفياني و أفاعيله.[1]

"اہلِ مدینہ، مدینہ سے سفیانی کی ناگوار حرکتوں کی وجہ سے نکلنے پر مجبور ہوں گے۔"

بیدا مقام کا زمین میں دھنسنا

سفیانی کا لشکر جسے خدا کے حکم سے زمین میں دھنسا دیا جائے گا بعض روایات کے مطابق شام سے آئے گا، بعض روایات کے مطابق عراق سے، اور بعض روایات کے مطابق مغرب سے۔ اسی طرح سفیانی مصر کا بھی ہو سکتا ہے اور شام کا بھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سفیانی کا یہ لشکر جسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا دورِ جدید کی عیسائی روایت کے مطابق (نیٹو جیسے) متعدد افواج کے اتحاد پر مشتمل ہو گا، حضرت امام مہدی کی بیعت کا سن کر ان کے خلاف مختلف عرب ملکوں کا ایک اتحاد وجود میں آئے گا۔ جس طرح "عائذِ اوّل" (محمد بن عبد اللہ القحطانی اور جہیمان جن کا تذکرہ آگے تفصیل سے آرہا ہے) کے واقعے میں سعودی فورسز نے ان کے خلاف امریکی، فرانسیسی، اردنی، مصری اور پاکستانی افواج کی مدد حاصل کی۔ اسی طرح حضرت امام مہدی کے خلاف بھی اس جیسا اتحاد ممکن ہے۔

اسی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس لشکر کی تعداد 80 ہزار جبکہ "الفتن" کی روایت میں 70 ہزار منقول ہے۔[2] اس پر چھ سو کمانڈر مقرر ہوں گے، یہ لشکر بیت اللہ میں موجود شخصیت کے خلاف لشکر کشی کرے گا، مدینہ سے نکل کر مکہ کی جانب آرہا ہو گا، کہ بیدا مقام پر زمین میں دھنس جائے گا، عرب میں بیدا نام کے متعدد مقامات موجود ہیں، لیکن خسف کی روایات میں بیدا سے مراد وہ ہے جو ذوالحلیفہ میں ہے، ذوالحلیفہ اہلِ مدینہ کا میقات

---

(1) رواه الحاكم في المستدرك.

(2) (الكشاف ٣ / ٥٩٢، ٥٩٣ ، القرطبي ١٤/ ٣١٤).

ہے۔

25 سال پہلے یہ ایک چٹیل میدان تھا لیکن اب یہ جگہ آباد ہو چکی ہے، یہاں سعودی فوج کی چھاونی بن چکی ہے، اس کے قریب بازار بھی ہیں اور ہسپتال بھی بن چکے ہیں۔ حدیث کا اعجاز ملاحظہ کیجئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ ہے کہ یہاں بازار بھی ہوں گے (اور ظاہر ہے کہ اُن میں لوگ خریداری کے لئے موجود ہوں گے) اور مسلم کی روایت میں مجنونوں اور مسافروں اور جبری بھرتی شدہ افراد کا بھی ذکر ہے، تو کیا یہ سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ کے خلاف لڑنے کے لئے آئے گا، جب وہ اس سرزمین میں "بیداء" مقام پر ہوں گے تو ان کے اگلے اور پچھلے دونوں حصے زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ، وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.[1] میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیوں کر ان کے اگلے پچھلے سب کو زمین میں دھنسایا جائے گا جب کہ وہاں لوگوں کے بازار ہوں گے اور ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان (لشکر والوں) میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے اگلے پچھلے سب کو اس وقت زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر قیامت کے دن انھیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

ویرانی کی ایک جہت

(1)(صحيح البخاري: ٢١١٨)

یثرب کی ویرانی کی ایک جہت اور بھی ہے، مدینہ منورہ میں شیعوں کی خفیہ و علانیہ تحریکیں بھی موجود ہیں، میڈیا میں کئی بار ایسی خبریں بھی آئیں کہ سعودی حکومت نے شیعہ جاسوسوں کو گرفتار کر دیا ہے جن کا تعلق ایران سے ہے، جبکہ بعض ایسے بھی تھے جو مدینہ ہی کے رہنے والے تھے۔ یہ لوگ بہت ساری اراضی کے مالک ہیں، اور مدینہ میں صحابہ کرام کے قبور پر جا کر ان کے خلاف بدزبانی کرتے ہیں۔ یہاں شیعوں کی آبادی کی کوئی یقینی اعداد و شمار تو دستیاب نہیں ہیں نہ یہ کہ کتنی اراضی پر یہ لوگ قابض ہیں، البتہ غیر سرکاری اندازوں کے مطابق مدینہ منورہ میں شیعہ آبادی چوتھائی اور تہائی کے درمیان ہے۔ یہ تناسب بہت زیادہ ہے، جو مدینہ منورہ کی معنوی ویرانی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اور اس جانب بھی کہ مدینہ میں وہ زمانہ قریب ہے جب یہاں خروج دجال کے وقت آبادی ہو گی جس میں منافقین کی بھی بہت بڑی تعداد ہو گی اور جو دجال کے ساتھی ہوں گے، تین بار زلزلہ آنے کے بعد یہ نکل آئیں گے اور وہی دن خلاصی کا ہو گا۔ واللہ اعلم

حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے جس طرح سارا عالم ظلم و جور سے بھر جائے گا اسی طرح مدینہ بھی یقینا اس سے متاثر ہو گا، اور سفیانی اسے مزید تباہی سے دوچار کر دے گا، البتہ خلافت قائم ہونے کے بعد مکہ اور مدینہ دونوں آباد ہو جائیں گے، اور یہاں دین کی بہار آئے گی، اس کی دینی رونقیں پھر لوٹ آئیں گی، اور اللہ تعالیٰ اس کی ایسی حفاظت کرے گا کہ یہ آخری دجالی فتنے کے زمانے میں بھی خیر کا مرکز اور دین کی پناہ گاہ ہو گا۔ گویا اس پر ویرانی کے بعد دوبارہ آبادی کا زمانہ لوٹ آئے گا۔ اب دونوں قسم کی احادیث میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے۔

بیت المقدس کی آبادی بھی واقع ہو چکی ہے، یثرب کی ویرانی بھی وقوع پذیر ہے، اور اب ہم گویا ملحمہ کبری یعنی جنگِ عظیم کے دروازے پر ہیں۔

جنگِ عظیم

ملحمہ کبری وہ عظیم جنگ ہے جو حدیث کے الفاظ میں "ایسی جنگ جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی ہو گی"(مسلم)

تاریخ کی ان تمام جنگوں سے جن میں کروڑوں انسان قتل ہوئے، اجتماعی قتلِ عام ہوا، ایٹمی حملے ہوئے، اور آبادیوں کی آبادیاں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں خصوصا اس زمانے میں شام، عراق، فلسطین، افغانستان میں قتل کا وہ بازار گرم ہوا کہ الامان والحفیظ۔ لیکن ان سب کے باوجود حدیث میں اس جنگ کو الملحمۃ الکبری کہا گیا ہے جو حضرت امام مہدی کے زمانے میں لڑی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ اپنے کلام میں مبالغہ نہیں فرماتے، اس لیے جو کچھ کہا گیا ایسا ہی ہو گا، آپ ﷺ نے فرمایا: حَتَّى إِنَّ الطَّائِرَ لَيَمُرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ، فَمَا يُخَلِّفُهُمْ حَتَّى يَخِرَّ مَيْتًا "ایک پرندہ ان لاشوں پر سے اڑے گا تو وہ ان سے ہو کر نہیں گزرے گا کہ مر کر گر جائے گا"۔ پچھلی جنگیں اس کے سامنے ویڈیو گیم جیسی محسوس ہوں گی۔ اللہ کی شان یہ جنگ اسی شہر میں ہو گی جہاں پہلی انسانی تہذیب کی ابتدا ہوئی۔ جہاں انسانی قتل کا اسلحہ ایجاد ہوا۔ تاریخ کا قدیم ترین خوبصورت شہر، یعنی حلب۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں ملحمہ کے لئے "خروج" کا لفظ استعمال کیا، وقوع یا حدوث یا ان جیسے دوسرے الفاظ نہیں۔ گویا یہ جنگ راکھ کے اندر کسی سلگتی چنگاری کی طرح مخفی صورت میں ہو گی،۔ فتنۂ دہیما کی ہوا گزرنے پر اس کی حرارت میں اضافہ ہو جائے گا، اور اس کے شعلے حلب سے اٹھیں گے، اور اس کی آگ دور دور تک کے علاقوں کو اپنے لپیٹ میں لے لے گی۔ اس کی ابتدا کب سے ہو گی؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم موجودہ زمانے میں اس **حکم جبري** میں جی رہے ہیں جس کا حدیث میں تذکرہ ہے اور جو اپنی آخری سانسیں لے رہا ہے، جس کے گرنے پر خلافت کا احیا ہو گا۔۔۔۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں شام، عراق اور یمن میں تین لشکر تشکیل پا چکے ہیں

أجناد مجندۃ۔۔۔ یہی وہ زمانہ ہے جو قرآن کے مطابق وَعْدُ الآخرۃ ہے جس میں اسرائیل کو انتہائی بلندی اور ترقی حاصل ہو چکی ہے۔۔۔۔ ہم اس زمانے میں جی رہے ہیں جو تیسرے عظیم اور عالمی فتنے "دہیما" کا زمانہ ہے۔۔۔ جس کے اندھیریوں کا ہم نشانہ ہیں، جس میں مال، خون اور عزت سبھی داؤ پر لگے ہوئے ہیں۔۔۔ یہ اندھا اور بہرا فتنہ جو عرب کا صفایا کر دے گا، اور اس سے کوئی بچ نہیں سکے گا مگر یہ فتنہ اسے تھپڑ ضرور مارے گا۔۔۔۔ جب لوگ دو کیمپوں میں منقسم ہو جائیں گے، ایمان کا کیمپ جس میں نفاق نہیں ہو گا اور نفاق کا کیمپ جس میں ایمان نہیں ہو گا[1]۔۔۔ بس وہ وقت آیا ہی چاہتا ہے جب ایک خلیفہ کے تین بیٹے آپس میں ہمارے خزانے پر لڑیں گے۔۔۔ وہی زمانہ ہے جس میں خباثت بڑھ گئی ہے۔۔۔ اور بیت اللہ کی بے حرمتی خود اس کے ماننے والوں ہی کی جانب سے ہوئی ہے۔۔۔۔ اور جب بیت اللہ کی بے حرمتی کو حلال سمجھا جائے گا تو عربوں کی ہلاکت کے بارے میں نہ پوچھنا۔۔۔ ظہورِ مہدی۔۔۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے یہ سالا نجیل کے مطابق عظیم تنگی والے سال۔۔۔۔ شیطانی صدی کے آخری دس سال۔۔۔۔ ایک نیا عالمی نظام۔۔۔۔ ہر مجدون کی جنگ کا ڈھول بجا ہی چاہتا ہے۔

ملحمہ کبریٰ رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان چھڑنے والی جنگوں کا ایک سلسلہ ہے، حدیث کے الفاظ میں وتکون الملاحم یعنی ان کی ابتدا متعدد جنگوں سے ہو گی، جس میں کئی سارے اتحادی اور دشمن ہوں گے، آج کے اتحادی کل کے دشمن ہوں گے، ان جنگوں میں رومیوں کے ساتھ مختلف اتحاد (مصالحتیں) بھی ہوں گی، جس میں دنیا کے کئی ممالک شامل ہوں گے۔

(1) ثم فتنة الدهيماء لاتدع أحداً من هذه الأمة إلا لطمته لطمة فإذا قيلانقضت تمادت يصبح الرجل فيها مؤمناً ويمسي كافراً حتى يصير الناس إلى فسطاطين فسطان إيمان لانفاق فيه وفسطاط نفاق لا إيمان فيه فإذا كان ذاكم فتنظروا الدجال من يومه أو من غدا. (أبو داود)

امام مہدی سے پہلے رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کا اتحاد

سيكون بينكم وبين الروم أربعُ هُدَنٍ، يومُ الرابعة على يد رجل من آل هِرقلَ، يَدُومُ سبعَ سنين. فقال له رجلٌ من عبد القيس، يقالُ له: المُستَورِد بن جيلان: يا رسولَ الله! مَنْ إمامُ الناس يومئذ؟.قال: المهديُّ من وُلدي، ابنُ أربعين سنة.[1]

"تمہارے اور رومیوں کے درمیان چار مصالحتیں (اتحاد) ہوں گی، چوتھی مصالحت آل ہرقل کے ایک شخص کے ہاتھوں ہوگی جو سات سات تک جاری رہے گی، عبدالقیس قبیلے کے ایک شخص نے جنہیں مستورد ابن جیلان کہاجاتا تھا عرض کیا: اے اللہ کے رسول !تب مسلمانوں کا امام کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مہدی ہوں گے جو میری اولاد میں سے ہیں، اور چالیس سال کے ہوں گے۔"

پہلا اتحاد

1979ء میں افغانستان پر جب روسی جارحیت ہوئی، اور اس کے خلاف وہاں کے مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے، مزاحمت شروع ہوئی، دوتین سال میں کچھ آگے بڑھی توامریکہ بھی اس میدان میں کود پڑا، اور اسے سوویت یونین کے خاتمے کا اپنا منصوبہ پورا کرنے کا موقع ملا، امریکہ نے عربوں کو مجاہدین کے ساتھ مالی تعاون پر ابھارا، میڈیا کے ذریعے مجاہدین کی حمایت کی، خصوصاعرب ملکوں کے امراکو اس مقصد کے لئے استعمال کیا گیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے برسرِ اقتدار طبقے کا امریکہ کے ساتھ روس کے خلاف ایک اتحاد وجود میں آیا، مجاہدین کو درپردہ امریکی حمایت اور اپنی حکومتوں کا تعاون ملنے لگا، جس کی وجہ سے ایک کثیر تعداد عرب ملکوں سے

---

(1)أخرجه الطبراني ٧٤٩٥، و ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد ٢٥١/٤، و قال فيه حماد بن عبد الرحمن الكعكي عن خالد بن الزبرقان، و كلاهما ضعيف.

بھی اور خود افغانستان کے پڑوسی ملکوں سے ہزاروں کی تعداد میں مخلص مجاہدین روس کے خلاف جہاد کے لئے افغانستان آئے۔

امریکی اس اتحاد اور سوویت یونین کے خلاف جہاد کی امداد سے دو مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔

(۱):۔۔۔ جنگ کی آگ میں جھونک کر مجاہدین اور جہادی علما سے جان چھڑانا چاہتا تھا، اگر اس جنگ میں سرخ ریچھ جیسے عفریت کے مقابلے میں روسی فوجی مرتے تو یہ امریکیوں کے لئے خوشی کی بات تھی، اور اگر مجاہدین کا جانی نقصان ہوتا تب بھی امریکہ کے لئے قابلِ اطمینان تھا کہ اسلام کی صورت میں اصل دشمن کا خاتمہ ہوتا ہے۔

(۲):۔۔۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد امریکہ کے سامنے عالمی نظام کو قابو میں رکھنے خصوصا خلیجی تیل پر قبضہ کرنے میں کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے، جس کو روسی اور فرانسیسی لالچی نظروں سے دیکھ رہے تھے، اس کی صراحت خود سابقہ امریکی صدر رچرڈ نکسن نے بھی اپنی کتاب ''بغیر جنگ کے فتح'' میں کی ہے۔

اس جنگ کا سارا بوجھ مسلمانوں کے کندھے پر رہا، مسلمانوں نے بھی اتحاد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ جنگ لڑی، امریکہ اپنے پہلے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا، اور مجاہدین کو اللہ نے فتح ونصرت سے نوازا۔ سوویت یونین کو شکست ہوئی، مجاہدین کو غنیمت ملی۔ ۷۰ فیصد اسلحہ وہی تھا جو انہوں نے روس سے قبضہ کرکے حاصل کیا تھا، افغانستان کو اُن روسی مظالم سے نجات مل گئی جن سے اس کی تاریخ بھری پڑی تھی، اور جن کا ارتکاب اس نے وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں میں کیا تھا۔ اور یہ حدیث صادق ہوئی کہ:

ستصالحون الروم صلحاً آمنا فتغزون أنتم وهم عدواً من ورائكم

فتُصَرون وتَغْنَمون وتَسْلَمون.[1]

"تمہاری رومیوں سے ایک پر امن صلح ہو گی، اور تم پیچھے کے ایک دشمن سے لڑو گے، تمہاری مدد ہو گی، غنیمت ملے گی اور سلامتی حاصل ہو گی"

اس جنگ سے مسلمانوں اور مجاہدین کی بہ نسبت مغرب نے ہی زیادہ فائدہ اٹھایا، البتہ ان کا خواب بھی پورا نہیں ہوا، اور جن مجاہدین کو اس نے اپنا ایجنٹ سمجھ لیا تھا وہ ایک بڑی قوت بن کر ابھرے۔ جہاد افغانستان کے نتیجے میں انہیں اپنی قوت کا اندازہ ہوا، اور وہ اپنے ملکوں میں انقلاب لانے اور مغربی اثر رسوخ پر مبنی سیکولر نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کے منصوبے بنانے لگے۔ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ نتیجتاً امریکی سازش خود اس کے اوپر الٹ پڑی۔

مسلمان مجاہدین اگرچہ اس صلح اور اتحاد میں براہ راست شریک نہیں تھے، البتہ یہ جہاد جس کی امریکہ پشت پناہی اپنے مقاصد کے لئے کر رہا تھا اس میں مجاہدین اور علما خود شامل تھے یا حمایتی تھے۔ مجاہدین اور جہادی علما و کمانڈر عرب ملکوں کے دورے کرتے، امریکی تعاون یا مدد ان سے مخفی نہیں تھا، لیکن ان کے سامنے ایک ایسا دشمن تھا جس کی قوت توڑ کر اس سے خلاصی پانا ضروری تھا، اس لئے انہوں نے امریکی امداد یا اعانت قبول کر لی تھی۔ اسی وجہ سے یہ اتحاد بھی مسلمانوں کی طرف منسوب کیا گیا۔ چنانچہ حدیث کی پیشین گوئی ثابت ہو گئی، امریکہ کو بھی اپنے دشمن کے خاتمے کی صورت میں فتح مل گئی تھی، جہادی دھارے کو بھی کامیابی مل گئی، مجاہدین کو فراخی اور وسعت ملی، غنیمت اور حکومت کی صورت میں۔ اور وہ قوت و اقتدار تک پہنچے۔

جہاد کا یہ نتیجہ نکلنا کہ مجاہدین افغانستان میں اقتدار حاصل کریں، افغانستان میں شریعت

---

(1) أبو داود ۴۲۹۲ ، رومیوں کے ساتھ یہ اتحاد "پیچھے کے جس دشمن" کے خلاف تھا اس سے مراد روس ہے، جغرافیائی لحاظ سے بھی روس مسلم ملکوں اور مغرب دونوں کے پیچھے ہے، نیز نعیم بن حماد کی الفتن کی روایت میں صراحتا "ترک اور کرمان" کا ذکر ہے، اور روسی اقوام ترکی نسل ہی کے ہیں، تصالحون الروم صلحا آمنا حتی تغزوا أنتم و هم الترك و کرمان، فیفتح الله لکم. الفتن رقم ۱۳۷۵

نافذ ہو، اپنے اپنے ملکوں میں نفاذِ شریعت کی بات کریں، اور امت عالم اسلام پر مسلط ٹولے کے خلاف انگڑائی لے، اس نے امریکہ اور مسلم ملکوں پر قابض بر سرِ اقتدار ٹولے کو غیظ و غضب میں مبتلا کر دیا، اور مجاہدین کے افغانستان جانے کو انہوں نے ایک جرم بنالیا۔ مصر اور دوسرے عرب ملکوں میں ایسے مجاہدین کو عدالتی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ خود افغانستان میں مجاہدین کے درمیان نفرت اور دشمنی کی آگ کو ہوا دی گئی اور انہیں متفق نہیں ہونے دیا گیا۔

دوسرا اتحاد

روس کا اصل مقصد ہی گرم پانیوں اور اس کے بعد خلیج تک پہنچنا تھا، افغانستان اس کے لئے محض ایک راہداری تھا، جس سے گزر کر وہ قزوین کے تیل کو محفوظ کر کے خلیج تک جا کر وہاں قابض ہونا چاہتا تھا، لیکن وہ خلیجی تیل تک پہنچ نہ پایا اور اپنے وجود سے ہی ہاتھ دھو بیٹھا۔ روس سے پہلے ایسی کوشش فرانس بھی کر چکا تھا جب اس نے خمینی کو فرانس سے ایران بھیجا، ایران میں امریکی شاہ کو نکال کر انقلاب کے ذریعے خمینی اقتدار کا راستہ ہموار کر دیا گیا، تاکہ اس کے ذریعے ایران سے آگے خلیجی پانیوں اور تیل تک رسائی ملے، امریکہ نے فرانسیسی خطرے کے سامنے بند باندھنا چاہا، اس لئے ایران جو روسی و فرانسیسی عزائم کا کارندہ بنا ہوا تھا امریکی غیظ و غضب کا اگلا ہدف بنا۔

چنانچہ خلیجی ممالک کے شیوخ آگے بڑھے اور عراقی صدر صدام حسین کو ایرانی خطرے کا سامنا کرنے کے لئے تیار کیا، امریکہ اور یورپ نے مل کر عراق کو طاقتور بنایا، خطے کے عرب ممالک نے بھی عراق کا ساتھ دیا، ان سب کے پیچھے امریکی امداد و حمایت تھی، امریکی ایما پر عراق نے ایران پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں جنگ شروع ہوئی جو دونوں ملکوں کے درمیان آٹھ سال تک چلی۔ اس جنگ میں دس لاکھ افراد جان سے گئے اور فریقین کا کھربوں ڈالر کا نقصان ہوا، مصنوعی سیاروں کے ذریعے امریکا نے عراقی فوج کو کئی مواقع پر ایرانی فوج کی پیش قدمی اور

تعیناتی کے حوالے سے بھی اہم معلومات فراہم کیں۔ اِن معلومات کی بُنیاد پر کارروائی کر کے عراقی فوج نے غیر معمولی فتوحات حاصل کیں۔ امریکا نے عراق کو ایرانی افواج کے خلاف استعمال کے لیے زہریلے کیمیکلز بھی دیئے۔ اِن کیمیکل سے بم بنا کر ایرانی فوج پر داغے گئے۔

ایران کی فوج بڑی مضبوط اور منظّم تھی۔ اُسے ہرانے کے لیے عراق کی فوج کا بھی بڑا اور زیادہ طاقتور ہونا لازم تھا۔ امریکا نے عراق کو ایک بڑی فوج بنانے میں مدد اس لئے دی، تاکہ اس کے ذریعے ایران کا کانٹا نکالا جا سکے، اور جب عراقی فوج نے ایران کو شکست دے دی تب یہ سوال اُٹھ کھڑا ہوا کہ عراق اِتنی بڑی فوج کا کیا کرے گا؟ یہ سوال بہت اہم تھا کیونکہ عراقی فوج آگے چل کر خِطّے میں امریکی مفادات کے لیے زبردست خطرہ بن سکتی تھی۔ بلکہ صدام حسین کھلم کھلا اسرائیل کو للکارنے لگا۔ نیز وہ اپنے ملک کے اسلام پسندوں کے لئے بھی وبالِ جان بننے لگا، اسی وجہ سے شیخ عبداللہ عزام شہیدؒ فرماتے تھے کہ ایرانی رافضی خطرے سے نمٹنا جتنا ضروری ہے حزب البعث (صدام حسین کی بعثی پارٹی) کا خطرہ دور کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے، یہ کینسر کی رسولی ہے جسے عنقریب امت اپنے جسم سے دور پھینکے گی، کیونکہ یہ عنصر امت میں بالکل نیا ہے، لیکن شیعی خطرہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے، ان کا یہ بیان افغانستان میں ریکارڈ کئے گئے تقریروں میں سے ایک ہے۔

یہ فتح و نصرت بھی امریکی خانے میں چلی گئی، تب بہت سوں کو ندامت ہوئی، چنانچہ شیخ سفر الحوالی نے اپنی خاموشی پر افسوس کا اظہار کیا جو انہوں نے عراق ایران جنگ پر اختیار کی تھی اور جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ کو جزیرۃ العرب میں داخلے کا موقع مل گیا، ان کی یہ بات فستذکرون ما أقول لکم وأفوض أمري إلی اللہ کے عنوان سے ایک لیکچر میں موجود ہے۔

اس اتحاد اور مصالحت پر وہ حدیث منطبق ہوتی ہے جسے ابو نعیمؒ نے حضرت عبداللہ بن

مسعود سے روایت کی ہے: **يكون بين المسلمين وبين الروم هدنة وصلح حتى يقاتلوا معهم عدوا لهم فيقاسمونهم غنائمهم ثم إن الروم يغزون مع المسلمين فارس**[1] مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان صلح ہو گی، یہاں تک کہ وہ اپنے ایک دشمن کے ساتھ لڑیں گے، اور اپنی غنیمتوں کو آپس میں تقسیم کریں گے، اس کے بعد رومی مسلمانوں کے ساتھ مل کر فارس سے لڑیں گے۔

تیسرا اتحاد

جب ایران کے ساتھ جنگ کا خاتمہ ہوا تو امریکہ کے سامنے اگلا منصوبہ عراقی خطرہ ختم کرنے کا تھا، اس کی جدید ترین ہتھیاروں سے لیس منظم فوج امریکہ کے لئے پریشانی کا باعث تھی، جو خلیج پر قبضے کے سامنے دیوار بن سکتی تھی، چنانچہ امریکہ نے عراق کو کویت پر قبضہ کرنے کی بالواسطہ تحریک دی، صدام حسین کو اس پر آمادہ کیا گیا کہ کویت پر عراق کا حق تسلیم شدہ ہے اس لئے اسے کویت پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہئے۔ اسے اپنی حمایت کا گرین سگنل دیا، عراق نے جب کویت پر قبضہ کر لیا تو امریکہ نے ایک بڑی جنگ کی تیاری کی، عراق نے امن مذاکرات کی پیشکش کی جسے امریکہ نے ٹھکرا دیا، دسمبر ۱۹۹۰ء میں امریکی صدر جارج ہربرٹ بُش نے کہا کہ اِس بار عراقی صدر کو ایک اچھا سبق سیکھنے کو ملے گا۔ یہ الفاظ سُن کر صدام حسین کے ہوش ٹھکانے پر آگئے مگر تب تک تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب مصالحت اور امن کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ امریکا نے خطے کے لیے ایک اور جنگ کو لازم قرار دے دیا تھا۔

عراق کے خلاف اتحاد کو سب نے سراہا، اور حمایت کی، عموما حکومتی حمایت یافتہ علما اور افتا و تحقیق کے شعبوں نے اس کی تائید کی، البتہ آزاد علما نے عراق کا کویت پر قبضہ کرنے کی مذمت کی، لیکن اس کو بنیاد بنا کر امریکی مداخلت کو بھی انہوں نے مسترد کر دیا، حکومتوں کی سطح پر

---

(1) الفتن ۱۲۵۲

صرف یمنی حکومت نے امریکی مداخلت کو مسترد کر دیا، اس لئے یہ اتحاد بھی صرف حکومتوں کی سطح پر نہیں تھا کہ کہا جائے کہ اس میں مسلمانوں کا کوئی دخل نہیں تھا، اور یہ ابن باز، ابن عثیمین اور ازہر جیسے علما و اداروں کی تائید و حمایت تھی، بلکہ مسلمانوں کی جانب ہی منسوب تھا۔

یہ بھی وضاحت ضروری ہے کہ ایران، روس اور عراق تینوں کو فارس کہا جا سکتا ہے۔ ایران و عراق دونوں اس اتحاد میں روسی بلاک کا حصہ تھے۔ عراق نے روس پر بھروسہ کیا لیکن اس نے موقع ملتے ہی خیانت کی۔ چنانچہ یہ اس حدیث کا مصداق بنی کہ:

ثم فتنة السراء دخنها من تحت قدمي رجل من أهل بيتي يزعم أنه مني وليس مني وإنما أوليائي المتقون، ثم يصطلح الناس على رجل كورك على ضلع ثم فتنة الدهيماء.(أبو داود، مستدرك حاكم)

"اس کے بعد خوشحالی کا فتنہ آئے گا، جس کی ابتدا اس شخص کے پیروں کے نیچے سے ہوگی جو میرے اہلِ بیت میں سے ہوگا اور جس کا دعوی ہوگا کہ وہ مجھ سے ہے لیکن اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، میرے دوست تو متقی لوگ ہیں۔ اس کے بعد لوگ ایسے شخص پر متفق ہو جائیں گے جو پسلی پر کولہے کی طرح ہوگا۔ اس کے بعد دہیما کا فتنہ ہوگا۔"

یہ شخص جسے حدیث میں پسلی پر کولہے یا کوکھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس سے مراد ایک شخصیت بھی ہو سکتی ہے اور اس سے مراد ایک نظم بھی ہو سکتا ہے یعنی نظام حکومت کی کمزوری اور ناپائیداری کی جانب بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ جب یہ سب (روس، ایران، عراق) فارس میں داخل ہیں، تو امریکہ نے پہلے ایرانی خطرے کو ختم کیا، اس کے بعد روس کو افغانستان میں گھیر کر ٹکڑے کر دیا گیا، پھر عراق کو تباہ کر دیا،، امریکہ اگر عراقی جنگ میں اور اس کے ساتھ موجودہ افغان جنگ میں نہ پھنستا تو اگلی باری شام کی تھی، جو روسی بلاک میں شامل تھا۔ چنانچہ عراق سے ملاحم کی ابتدا ہوئی۔

ان سارے واقعات اور اتحادوں کا حضرت امام مہدی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ جواب یہ ہے کہ بہت قریبی تعلق ہے۔ اور یہ سب حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے مکمل ہو گا۔

سيكون بينكم وبين الروم أربع هدن، يوم الرابعة على يد رجل من آل هرقل، يدوم سبع سنين . فقال له رجل من عبد القيس، يقال له: المستورد بن جيلان: يا رسول الله من إمام الناس يومئذ؟.قال: "المهدي من ولدي، ابن أربعين سنة.[1]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اور رومیوں کے درمیان چار صلحیں ہوں گی، چوتھی صلح آل ہرقل میں سے ایک شخص کے ہاتھوں پر ہو گی جو سات سال رہے گی۔ عبد القیس میں سے ایک شخص جسے مستورد بن جیلان کہا جاتا تھا کہنے لگا: یارسول اللہ! اس دن مسلمانوں کا امام کون ہو گا؟ مہدی ہو گا جو میری اولاد میں سے ہو گا، چالیس سال کی عمر میں ہو گا۔

یہ ساری مصالحتیں واقع ہو چکی ہیں، روس کے خلاف افغانستان میں، ایران کے خلاف، اور پھر عراق کے خلاف۔ اس کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُوشِكُ أَهْلُ الْعِرَاقِ أَنْ لاَ يُجْبَى إِلَيْهِمْ قَفِيزٌ وَلاَ دِرْهَمٌ.قُلْنَا مِنْ أَيْنَ ذَاكَ قَالَ مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ يَمْنَعُونَ ذَاكَ. ثُمَّ قَالَ يُوشِكُ أَهْلُ الشَّأْمِ أَنْ لاَ يُجْبَى إِلَيْهِمْ دِينَارٌ وَلاَ مُدْىٌ. قُلْنَا مِنْ أَيْنَ ذَاكَ قَالَ مِنْ قِبَلِ الرُّومِ.ثُمَّ سَكَتَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: يَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي خَلِيفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا لاَ يَعُدُّهُ عَدَدًا.[2]

---

(1)أخرجه الطبراني.

(2)رواه مسلم

عنقریب عراق والوں کے پاس روپے اور غلہ آنے پر پابندی لگا دی جائے گی، ہم نے پوچھا یہ پابندی کن کی جانب سے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عجمیوں کی جانب سے جو یہ چیزیں روکیں گے۔ پھر فرمایا: عنقریب اہلِ شام پر بھی پابندی لگا دی جائے گی اور ان کے پاس نہ دینار (کرنسی) آنے دی جائے گی نہ مُدی (ایک مخصوص پیمانہ) ہم نے عرض کیا یہ کن لوگوں کی جانب سے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: رومیوں کی جانب سے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر کر لوگوں کو مال دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ خلیفہ جو کثرت کے ساتھ مال تقسیم کرے گا شام اور عراق کے اقتصادی ناکہ بندی کے بعد ظاہر ہوگا۔ شام و عراق کی اقتصادی ناکہ بندی رومیوں کے جانب سے ہوئی جس میں خلیجی امرا اور مسلمین کہلائے جانے والے بھی شامل تھے۔ اب اسی خلیفہ کی آمد باقی ہے جو لپ بھر کر مال و دولت فراہم کرے گا اور جو کثیر روایات سے متعین ہوتا ہے کہ وہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔

صلیب توڑ دی گئی

اس تطبیق کے بعد اب یہ اشکال باقی رہتا ہے جو رومیوں کے ساتھ صلح کے بارے میں ایک روایت کی وجہ سے سامنے آتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمنًا، فَتَغزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ، فَتُنْصَرُونَ، وَتَغْنَمُونَ ، وَتَسْلَمُونَ ، ثُمَّ تَرْجِعُونَ حَتَّى تَنْزِلُوا بِمَرْجٍ ذِي تُلُولٍ ، فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيبَ ، فَيَقُولُ: غَلَبَ الصَّلِيبُ ، فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، فَيَدُقُّهُ، فَعِنْدَ ذَلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ ، وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ ، وَيَثُورُ الْمُسْلِمُونَ إِلَى أَسْلِحَتِهِمْ ، فَيَقْتَتِلُونَ، فَيُكْرِمُ اللَّهُ تِلْكَ

الْعِصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ.[1]

تمہاری رومیوں کے ساتھ ایک پر امن صلح ہو گی، تم اور وہ پیچھے ایک دشمن کے ساتھ لڑیں گے، تمہیں سلامتی مل جائے گی اور غنیمت بھی، اس کے بعد تم سرسبز ٹیلوں والی زمین میں اترو گے، ایک عیسائی شخص صلیب بلند کر کے کہے گا صلیب غالب آ گئی، مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف غضبناک ہو جائے گا اور صلیب کو توڑ ڈالے گا، تب رومی غداری کریں گے، اور ملحمہ کے لئے جمع ہو جائیں گے۔ مسلمان بھی اپنے اسلحہ کی جانب لپکیں گے، جنگ کریں گے، اس جماعت کو اللہ تعالیٰ شہادت سے سرفراز فرمائیں گے۔

اشکال یہ ہے کہ رومیوں کے ساتھ تینوں اتحاد اور مصالحتیں اگر پیش آ چکی ہیں تو ان کے بعد رومیوں کی جانب سے صلیب کے غالب آ جانے کا نعرہ کس نے اور کب لگایا ہے؟ اور مسلمانوں کی جانب سے ایک شخص کا نکل کر اسے توڑ دینے کا واقعہ کب ہو چکا ہے؟

جارج بش، کویتی سرحد کے قریب شمالی سعودیہ کی چھاؤنی "خفجی" میں کھڑا ہوتا ہے جو ریتیلے ٹیلوں والا علاقہ ہے، اور جو "مرج ذی تلول" کا مصداق بن سکتا ہے۔ اور اپنی فتح اور صلیب کے غالب ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ ہرقل کے بعد یہ پہلا صلیبی حاکم تھا جو جزیرۃ العرب میں فاتحانہ شان سے داخل ہوا، غزوہ موتہ کے بعد کسی صلیبی حاکم کو جزیرۃ العرب میں داخلے کی جرأت نہیں ہوئی تھی، یہاں تک کہ صلیبی حملوں کے دوران بھی کوئی عیسائی حکمران یہاں اس حیثیت سے نہیں آ سکا تھا۔ اگر جارج بش اپنی فتح کا اعلان نہ کرتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ اس نے صلیب بلند نہیں کی، لیکن اس نے وہ کام کیا جو اس سے پہلے کسی صلیبی حاکم نے نہیں کیا تھا۔ پے درپے جن معرکوں میں امریکیوں کو فتح حاصل ہو چکی تھی اور ایک ایک کر کے اس کے دشمن (روس، ایران، عراق) مٹ چکے تھے اس کے بعد کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنی فتح کا اعلان نہ کر لیتا۔

---

(1) أبو داود.

چنانچہ فتح کا اعلان کرنا ہی "رفع صلیب" تھا۔

چنانچہ نیو ورلڈ آرڈر کے اعلان کے بعد (جو صلیب کی حاکمیت کا کھلم کھلا اعلان تھا) شیخ اسامہ بن لادن کھڑے ہوئے اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو نشانہ بنا کر اسے زمین بوس کر دیا، یہ صلیب توڑ دینے کا ایک علامتی اعلان تھا، کیونکہ ٹریڈ سنٹر صلیبیت کے عالمی غلبے کا مادی مرکز تھا، جس کا توڑنا "ملاحم" کی ابتدا ثابت ہوئی، جس پر امریکہ غضبناک ہو کر اپنے بل سے نکل آیا اور اس نے پہلے افغانستان اور پھر عراق کو تاراج کر دیا۔

یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ شیخ اسامہ بن لادن نے صلیب نہیں توڑی بلکہ انہوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دو ٹاور توڑے تھے! یہ اشکال زیادہ قابلِ فہم نہیں ہے اس لئے کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی مسلمان اٹھ کر لکڑی کا بنا ہوا کوئی صلیب توڑ دے اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان وہ خونریز جنگیں شروع ہو جائیں جو اس سے پہلے تاریخ میں کبھی لڑی نہیں گئیں ہیں۔ دوسری جانب اگر ٹریڈ سنٹر زمین بوس ہو جائے جس کے بعد عالمی خونریز جنگیں شروع ہوئیں تو انہیں ملاحم کی ابتدا اس وقت تک نہیں کہا جائے گا جب تک حقیقتاً کوئی مسلمان اٹھ کھڑا ہو کر صلیب نہ توڑے، چاہے صلیبی اسی جھنڈوں تلے آکر مسلمانوں کے ساتھ جنگِ عظیم کیوں نہ لڑیں۔

بعض اوقات لفظ کی بجائے معنوی پہلو زیادہ قابلِ قبول ہوتا ہے، حدیث میں وارد ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین مین سے کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم میں سے کون پہلے آپ کی وفات کے بعد آپ سے ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جس کے ہاتھ لمبے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک لکڑی لے کر اپنے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے، تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے۔ اس کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ہاتھ لمبے ہونے سے

مقصود کثرت صدقہ تھا۔[1] حدیث اس پر دلیل ہے کہ اعتبار معانی کا کیا جاتا ہے نہ کہ محض الفاظ کا، کیونکہ ازواج مطہرات نے طول ید سے ظاہری عضو مراد لیا تھا جبکہ اس سے مراد کثرت صدقہ تھا۔ حجر اسود کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ **يمين الله في الأرض** یعنی زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اسی طرح ٹریڈ سنٹر کے دونوں ٹاور بھی معنوی پہلو کے لحاظ سے صلیب کا مصداق بن سکتا ہے۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ **وَصَلِيبُهُمْ مِنْهُمْ غَيْرُ بَعِيدٍ**[2] کہ ان کا وہ صلیب ان سے دور نہیں ہوگا (بلکہ ان کے اپنے وطن میں ہوگا) اسی وجہ سے جب جہاز اڑانے والے بہادر شیروں نے ٹریڈ سنٹر کے بعد دوسری عمارتوں کا رخ کیا تو چوتھے طیارے کو گرادیا گیا کیونکہ صلیب ان سے دور نہیں تھی بلکہ قریب تھی۔ **ويثور الروم إلى كاسر صليبهم فيقتلون** "رومی لوگ صلیب توڑنے والے شخص کی طرف جاکر اسے قتل کردیں گے" چنانچہ شیخ اسامہؒ کو شہید کردیا گیا۔ **ويثور المسلمون إلى أسلحتهم فيقتلون فيكرم الله عز وجل تلك العصابة من المسلمين بالشهادة** مسلمان اسلحہ لے کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور رومیوں کے ساتھ لڑیں گے، اللہ تعالیٰ اس گروہ کو شہادت سے سرفراز فرمائے گا۔ حدیث کا یہ حصہ بھی وقوع پذیر ہوچکا ہے اور "القاعدہ" کی صف اول کی قیادت شہید ہوچکی ہے۔

چوتھا اتحاد

چوتھی مرتبہ اتحاد یا صلح حضرت امام مہدی کے زمانے میں ہوگی تب رومی اس آخری فیصلہ کن جنگ کے لئے جمع ہوں گے، جو ملحمہ کبری پر منتج ہوگی۔

فتنة لا يبقى بيت من العرب إلا دخلته، ثم هدنة تكون بينكم و بين بني

---

(1) صحيح مسلم رقم ٢٤٥٢

(2) المستدرك ٨٣٦٧ ، الطبراني في الكبير ٤٢٣١

الأصفر فيغدرون، فيأتونكم تحت ثمانين رأية، تحت كل رأية اثنا عشر ألفا.[1]

"ایسا فتنہ ہو گا کہ عرب کا کوئی گھر ایسا نہیں بچے گا جس میں یہ فتنہ داخل نہ ہو چکا ہو گا، اس کے بعد تمہارے اور گوروں کے درمیان صلح ہو گی، پھر وہ غداری کریں گے، اور تمہارے خلاف اسی جھنڈوں تلے آئیں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کی تعداد ہو گی۔"

ایک طویل حدیث میں جس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے جنگوں کے اس سلسلے کے بارے میں یہ کہا کہ یہ جنگ چار مرحلوں میں ہو گی، جن میں تین کا نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا نہ کوئی غالب نہ کوئی مغلوب، اس کے بعد والے معرکے میں پھر مسلمانوں کو کھلی فتح مل جائے گی۔

لا تقوم الساعة حتى يتزل الروم بالأعماق أو بدابق، فيخرج إليهم جيش من المدينة من خيار أهل الأرض يومئذ، فإذا تصافوا قالت الروم :خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم، فيقول المسلمون :لا والله لا نخلي بينكم وبين إخواننا، فيقاتلونهم فينهزم ثلث لا يتوب الله عليهم أبدًا، ويقتل ثلثهم أفضل الشهداء عند الله، ويفتتح الثلث لا يفتنون أبدًا.[2]

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک رومی اعماق یا دابق میں نہ اتریں، ان کے مقابلے میں مدینہ سے مسلمانوں کا ایک لشکر نکلے گا جو اس وقت روئے زمین پر بہترین لوگوں کا ہو گا، جب یہ لوگ جنگ کے لئے صفیں بنالیں گے، تو رومی کہیں گے کہ آپ ہمارا راستہ چھوڑ دیں ہم صرف ان سے لڑیں گے جنہوں نے ہمارے لوگوں کو قید کیا ہوا ہے، مسلمان کہیں گے اللہ کی قسم ہم ہرگز اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے سے نہیں ہٹ سکتے، چنانچہ یہ لوگ لڑیں گے، ایک تہائی شکست کھا جائے گا جن کی توبہ اللہ کبھی بھی قبول نہیں کرے گا، اور ایک تہائی حصہ شہید

---

(1) صحیح البخاری رقم ۳۱۷۶

(2) رواہ مسلم رقم ۵۲۸۸

ہو جائے گا جو اللہ کے ہاں افضل شہدا کا مقام پائیں گے، اور بقیہ ایک تہائی کو فتح حاصل ہو جائے گی، یہ لوگ کبھی بھی فتنے میں مبتلا نہیں ہوں گے۔

اس جنگ کی کچھ مزید تفصیلات حدیث میں موجود ہیں۔

وَتكُونُ عنْدَ ذَاكُمُ الْقتَال رَدَّةٌ شَديدَةٌ، فَيَشْترطُ الْمُسْلمُونَ شُرْطَةً للْمَوْت لاَتَرْجعُ إلَّاغَالبَةً، فَيَقْتَتلُونَ حَتَّى يَحْجز بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفيءُ هَؤُلَاء وَهؤُلَاء كُلٌّ غَيْرُ غَالب، وَ تَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَشْترطُ الْمُسْلمُونَ شُرْطَةً للْمَوْت لَاتَرْجعُ إلَّا غَالبَةً، فَيَقْتَتلُونَ حَتَّى يَحْجز بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفيءُ هؤُلَاء وَ هَؤُلَاء كُلٌّ غَيْرُ غَالب، وَ تَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يشْترطُ الْمُسْلمُونَ شُرْطَةً للْمَوْت لاَتَرْجعُ إلَّا غَالبَةً، فَيَقْتَتلُونَ حَتَّى يُمْسُوا فَيَفيءُ هَؤُلَاء وَهَؤُلَاء كُلٌّ غَيْرُ غَالب، وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ، فَإذَا كَانَ يَوْمُ الرَّابع نَهَدَ إلَيْهِمْ بَقيَّةُ أَهْل الإسْلَام، فَيَجْعَلُ اللَّهُ الدَّبْرَةَ عَلَيْهِمْ، فَيَقْتُلُونَ مَقْتَلَةً إمَّا قَالَ لَايُرَى مثْلُهَا، وَ إمَّا قَالَ: لَم يُرَمثْلُهَا حَتَّى إنَّ الطَّائرَ لَيَمرُّ بجَنَبَاتهِمْ، فَمَا يُخَلِّفُهُمْ حَتَّى يَخرَّ مَيْتًا، فَيَتَعَادُّ بَنُوا الأَب كَانُوا مائَةً، فَلَايَجدُونَه بَقيَ منْهُمْ إلَّا الرَّجُلُ الوَاحدُ، فَبِأَيِّ غَنيْمَةٍ يُفْرَحُ أَوْ أَيُّ ميرَاثٍ يُقَاسَمُ.[1]

”تمہاری اس جنگ کے وقت شدید قسم کی واپسی ہو گی، مسلمان موت کی شرط لگائیں گے، کہ غالب ہوئے بغیر واپس نہیں آئیں گے، چنانچہ لڑتے رہیں گے یہاں تک رات آجائے گی، دونوں فریق واپس آجائیں گے کوئی بھی غالب نہیں ہو گا، شرط لگانے والا دستہ شہید ہو چکا ہو گا، مسلمان پھر موت کی شرط لگائیں گے، کہ غالب ہوئے بغیر واپس نہیں آئیں گے، چنانچہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ رات آجائے گی، اور دونوں فریق واپس آئیں گے، نہ یہ غالب ہو گا اور نہ

(1)(صحيح مسلم ٢٨٩٩، الطيالسي ٣٩٢، ابن أبي شيبه في المصنف ١٣٨/١٥، الحاكم في المستدرك ٤٧٦/٤، مسند أحمد ٣٨٤/١-٣٨٥-٤٣٥)

وہ،، اور شرط لگانے والا دستہ شہید ہو چکا ہو گا، مسلمان پھر موت کی شرط لگائیں گے کہ غالب آئے بغیر واپس نہیں آئیں گے، چنانچہ شام تک لڑتے ہیں گے، دونوں فریق اپنی اپنی جگہوں میں واپس آجائیں گے، کوئی بھی گروہ غالب نہ ہو گا، اور شرط لگانے والا دستہ شہید ہو چکا ہو گا، جب چوتھا دن ہو گا، تو بچے کچھے مسلمان جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کافروں کو شکست دے گا، اس روز ایسی زبردست جنگ ہو گی کہ اس سے پہلی ایسی جنگ نہیں دیکھی گئی ہو گی، میدانِ جنگ میں مرنے والوں کی لاشوں سے ایک پرندہ گزرنا چاہے گا، مگر (لاشیں اتنی دور تک پھیلی ہوئی ہوں گی یا لاشوں کی بدبو اتنی ہو گی کہ) وہ مر کر گر پڑے گا، جنگ میں شریک ہونے والے لوگ اپنے اپنے کنبے کے آدمیوں کو شمار کریں گے تو ایک فیصد میدانِ جنگ سے بچا ہو گا، پھر فرمایا: بتاؤ! اس حال میں مالِ غنیمت لے کر کیوں کر دل خوش ہو گا، اور کیا ترکہ بانٹنے کو دل چاہے گا؟"

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ ایک روایتی جنگ ہو گی جو تیروں اور تلواروں کے ذریعے گھوڑوں اور خچروں پر لڑی جائے گی، لیکن ایسی جنگ جس میں 99 فیصد لوگ کام آجائیں اور پرندہ جس کی لاشوں پر گزر نہ سکے کس طرح روایتی جنگ ہو سکتی ہے؟ روایتی اسلحے سے لڑی جانے والی جنگوں میں نقصان زیادہ سے زیادہ ایک تہائی ہوتا ہے، اور روایتی اسلحے کی وجہ سے کوئی پرندہ لاشوں پر گزرتے ہوئے نہیں گر سکتا، بہ ظاہر یہی ہے کہ یہ زہریلی گیسوں، آتشیں اسلحے اور تباہی پھیلانے والے خطرناک کیمیکل ہتھیاروں کے ذریعے لڑی جانے والی جنگ ہو گی جس کی وجہ سے پرندے بھی اس جگہ سے نہیں گزر سکیں گے۔

ملحمہ کے بارے میں ایک طویل حدیث کی ذیل میں جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ عبارت منقول ہے:

وَلَا تَكِلُّ سُيُوفُهُمْ وَلَا نُشَّابُهُمْ وَلَا نَيَازِكُهُمْ وَأَنْتُمْ مِثْلُ ذٰلِكَ، قَالَ: وَيَجْعَلُ اللّٰهُ الدَّبَرَةَ عَلَيْهِمْ فَيَقْتُلُوْنَ مَقْتَلَةً لَايَكَادُ يُرىٰ مِثْلُهَا وَلَا يُرىٰ مِثْلُهَا

حَتّیٰ أَنَّ الطَّیْرَ لَتَمرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ فَیَمُوتُ مِنْ نَتْنِ رِیْحِهِمْ الخ.[1]

"ان کی تلواریں، تیر اور نیزک نہیں تھکیں گے اور تم بھی اسی طرح ہوں گے، پھر فرمایا: اللہ شکست ان کے اوپر مسلط کرے گا، ایسا عظیم قتل عام ہو گا کہ اس جیسا نہیں دیکھا گیا ہو گا، نہ اس جیسا کبھی دیکھا جاسکے گا، یہاں تک کہ پرندہ بھی ان کی لاشوں پر سے گزرنے لگے تو ان کی بدبو کی وجہ سے مر کر گر جائے گا۔"

"نیازک "ٹوٹنے والے تارے (شہاب ثاقب) کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جو جلنے کے بعد بھی زمین تک پہنچے یہ کبھی بہت حادثات اور نقصان کا سبب بنتا ہے، اس میں بہت واضح اشارہ ہے کہ اس جنگ میں فضائی بمباری، اور میزائل بھی استعمال ہوں گے، جو گویا نیزک کے مشابہ ہیں۔

ہار مجدون

الملحمۃ الکبری سے پہلے جنگوں کے اس سلسلے کی سب سے پہلی جنگ ہار مجدون (Armageddon) ہو گی اگر چہ اس نام سے یہ لفظ احادیث میں موجود نہیں ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہر مجدون کی جنگ جنین شہر کے قریب مرج ابن عامر (سبزہ زار) میں ہو گی، جو تورات کے مطابق خوفناک ترین جنگ ہو گی، جس میں تمام دنیا کے اقوام شرکت کریں گے، اور جو دریائے فرات کے خشک ہونے اور اس میں سونے کا پہاڑ ظاہر ہونے کے بعد پیش آئے گی۔ دریائے فرات کے خشک ہونے اور اس میں سونے کے پہاڑ ظاہر ہونے کا احادیث میں تذکرہ موجود ہے۔ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ نے شرکت نہ کرنے کی تاکید کی ہے۔

رہا الملحمۃ الکبری تو یہ الگ جنگ ہے جو حلب میں ہو گی، مسلمانوں اور 80 عیسائی ممالک یا 80 فوجوں کے درمیان۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس جنگ میں شرکت کرنے والوں کی

---

[1] الفتن لنعیم بن حماد.

تعریف کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ وہ لوگ اس وقت تمام زمین والوں میں اللہ کے نزدیک پسندیدہ ترین لوگ ہوں گے۔

فَيُقَاتِلُونَهُمْ فَيَنهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوبُ اللهُ عَلَيهم أبَدًا، و يُقتَلُ ثُلُثٌ هم أفضلُ الشهداءِ عند الله، و يَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُونَ أبدا، فَيَفْتَتِحُونَ قسطنطينية.(1)

یہ مسلمان ان (عیسائیوں) سے لڑیں گے، ایک تہائی حصہ شکست کھاجائے گا جن کی توبہ اللہ کبھی بھی قبول نہیں کرے گا، ایک تہائی شہید ہو جائیں گے، اللہ کے نزدیک یہ افضل ترین شہدا ہوں گے، اور ایک تہائی فتح پائے گا، یہ کبھی فتنے میں مبتلا نہیں ہوں گے اور یہی لوگ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔

یعنی الملحمۃ الکبری میں شرکت کرنے والوں کی رسول اللہ ﷺ نے تعریف کی ہے، اور جو شہید ہو جائیں گے ان کے لیے اعلیٰ درجات کی بشارت ہے، جو زندہ رہیں ان کے لیے فتنوں سے بچاؤ کی خوشخبری ہے، جبکہ ہرمجدون یا جنگِ فرات میں ایسا نہیں ہے، بلکہ اس میں شرکت نہ کرنے اور اس سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے یہ ایک غلط فہمی ہے جو بہت سی شخصیات کو ہو گئی ہے کہ انہوں نے ہرمجدون اور الملحمۃ الکبری کو ایک ہی جنگ سمجھا ہے۔ واللہ اعلم

يوشِكُ الفُراتُ أن ينحسِرَ عن جبل من ذَهَب، فإذا سمِعَ به الناسُ ساروا إليه، فيقول مَن عنده: لئن تركنا الناسَ يأخذون منه لَيَذهبَنَّ به كله، قال: فيقتتلون عليه، فيُقتَل من كل مائةٍ تسعةٌ وتسعون.(2)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک دریائے فرات کا پانی سونے کے ایک پہاڑ سے ہٹ نہ جائے، لوگ جب اس کے بارے میں سنیں گے تو اس کی جانب آئیں گے، کہیں گے کہ اگر ہم نے اسے لوگوں کے واسطے چھوڑ دیا تو وہ سارا لے

(1)صحیح مسلم ۲۸۹۷

(2)صحیح مسلم

اڑیں گے، چنانچہ لوگ اس پر لڑیں گے، سو میں سے ننانوے لوگ قتل ہو جائیں گے۔

يوشك الفرات أن يحسر عن جبل من ذهب فمن حضره فلا يأخذ منه شيئاً.[1]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: عنقریب دریائے فرات کا پانی سونے کے ایک پہاڑ سے ہٹ جائے گا، پس جو وہاں موجود ہو تو اس میں سے کچھ نہ لے۔

مسلمانوں پر واضح الفاظ میں اس جنگ میں شریک ہونے اور سونا لینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ فرات کی اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ نے جنگ لڑنے والے کسی گروہ یا جماعت کا نام نہیں لیا ہے بلکہ یَقْتَتِلَ النَّاسُ عَلَيْهِ فرمایا ہے کہ "لوگ اس پر لڑیں گے" یعنی یہ جنگ تمام لوگوں کو شامل ہوگی جس میں مسلم و غیر مسلم کی تمیز نہیں ہوگی۔ چونکہ یہ ایک عالمی جنگ ہوگی اس لیے آسمانی کتابوں میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، جو بہت واضح الفاظ میں دریائے فرات کی خشکی اور ہرمجدون کی جنگ کی خبر دے رہے ہیں۔

بائبل کا حوالہ

عہدِ جدید کی کتاب "مکاشفہ" میں عبارت ہے:

"چھٹے فرشتے نے اپنا کٹورا عظیم دریائے فرات پر اُنڈیل دیا۔ اور اس کا پانی سوکھ گیا تاکہ مشرق کے بادشاہوں کے لیے راستہ تیار ہو جائے۔"[2]

دراصل یہ روحانی پیغام بر فرشتوں کی طرف سے ہیں اور بڑے بڑے معجزے دکھاتے ہیں اور پوری زمین کے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں تاکہ ان کو لامحدود قدرت والے خدا کے عظیم دن کی جنگ کے لیے جمع کریں۔

---

(1) صحيح البخاري

(2) مکاشفہ (12-16)

پھر ایک آواز سنائی دی کہ "دیکھو! میں چور کی طرح آرہا ہوں۔ وہ شخص خوش ہے جو جاگتا رہتا ہے تا کہ اس کے کپڑے نہ لے لیے جائیں کیونکہ پھر اسے ننگا پھرنا پڑے گا اور لوگ اس کا ننگا پن دیکھیں گے۔

اور انہوں نے ان بادشاہوں کو اس جگہ جمع کیا جسے عبرانی میں ہر مجدّون کہتے ہیں۔

(مکاشفہ 16:16-14)

تورات کے صحیفوں میں بھی بہت وضاحت کے ساتھ اس جنگ کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ یوایل کا صحیفہ کہتا ہے:

"اس سے جنگ کے لیے اپنے آپ کو مخصوص کرو
اٹھو دوپہر ہی کو چڑھ چلیں
ہم پر افسوس کیونکہ دن ڈھلتا جاتا ہے اور شام کا سایہ بڑھتا جاتا ہے
اٹھو رات ہی کو چڑھ چلیں
اور اس کے محلات ڈھادیں
کیونکہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ
درخت کاٹ ڈالو
اور یروشلم کے بالمقابل دمدمہ باندھو
یہ شہر سزا کا سزاوار ہے
اس میں ظلم ہی ظلم ہے
جس طرح پانی چشمہ سے پھوٹ نکلتا ہے
اسی طرح شرارت اس سے جاری ہے
ظلم اور ستم کی سزا اس میں سنی جاتی ہے
ہر دم میرے سامنے دکھ درد اور زخم ہیں

دیکھ! شمالی ملک سے ایک گروہ آتا ہے اور انتہائے زمین سے ایک عظیم امت برانگیختہ کی جائے گی۔"(1)

بقول شیخ سفر الحوالی یہ سوال شدت کے ساتھ اٹھتا ہے کہ اُس وقت (صہیونیوں کی) وہ ناقابلِ تسخیر فوج کہاں ہو گی؟ اس بربادی کی نحوست (رجسۃ الخراب) کے دفاع پر جو فوج متعین ہے وہ اس وقت کس حال میں ہو گی؟ یسعیاہ کا صحیفہ اس کا ایک قطعی جواب دیتا ہے جو کہ سر بمہر ہے اور جو کہ ناسخ تو ہو سکتا ہے منسوخ نہیں:

"اب جا کر ان کے سامنے اسے تختی پر لکھ اور کتاب مین قلمبند کرنا تا کہ آئندہ آبد الآباد تک قائم رہے۔۔۔۔

پس اسرائیل کا قدوس یوں فرماتا ہے: چونکہ تم کلام کو حقیر جانتے اور ظلم اور کجروی پر بھروسا رکھتے اور اسی پر قائم ہو، اس لئے یہ بدکرداری تمہارے لیے ایسی ہو گی جیسی پھٹی ہوئی دیوار جو گرا چاہتی ہے۔ اونچی ابھری ہوئی دیوار جس کا گرنا ناگہاں ایک دم میں ہو، وہ اسے کمہار کے برتن کی طرح توڑ ڈالے گا، اسے بے دریغ چکنا چور کرے گا، چنانچہ اس کے ٹکڑوں میں ایک ٹھیکرا بھی نہ ملے گا جس میں چولہے پر سے آگ اٹھائی جائے یا حوض سے پانی لیا جائے۔۔۔۔

پس تمہارا پیچھا کرنے والے تیز رفتار ہوں گے، ایک کی جھڑکی سے ایک ہزار بھاگیں گے، پانچ کی جھڑکی سے تم ایسا بھاگو گے کہ تم اس علامت کی مانند جو پہاڑ کی چوٹی پر اور اس نشان کی مانند جو کوہ پر نصب کیا گیا ہو رہ جاؤ گے۔"(2)

---

(1)(یرمیاہ7-6:4)

(2)(یسعیاہ12:30،8۔16-17)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہر مجدون اور الملحمہ ایک جنگ نہیں بلکہ یہ دو مختلف جنگیں ہیں۔ ہر مجدون دریائے فرات کے کنارے لڑی جائے گی اور الملحمۃ الکبریٰ حلب کے قریب۔ ہر مجدون کی جنگ عالمی ہو گی، لیکن کسی نظریے کی بنیاد پر کوئی دینی جنگ نہیں ہو گی بلکہ سونے کی لالچ میں لڑی جائے گی، اور خلافت کے قیام سے پہلے ہو گی۔ جبکہ ملحمہ بھی ایک عالمی جنگ ہو گی جس میں مسلمانوں کے خلاف مسیحی یورپ 80 جھنڈوں کے ماتحت آئے گا، اور مسلمان اس میں پورے عالم اسلام سے امڈ کر شرکت کریں گے، جس کی ابتدائی چنگاریاں خلافت سے پہلے ظاہر ہو چکی ہیں، لیکن اس کا حتمی نتیجہ حضرت امام مہدی کے دور میں ظاہر ہو گا۔ ملحمہ دین و اعلائے کلمۃ اللہ کی بنیاد پر لڑی جانے والی مقدس جنگ ہو گی، جس میں غلبہ صلیب کو نہیں بلکہ ہلال کا ہو گا۔ ان شاء اللہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إن الساعة لاتقومُ، حتى لا يُقسَمَ ميراثٌ،ولايُفرَح بغنيمةٍ ثم قال بيده هكذا، ونحاها نحو الشام، فقال: عدو يجمعون لأهل الإسلام ويجمع لهم أهل الإسلام، قلت الروم تعني؟ قال : نعم، وتكون عند ذاكم القتال ردة شديدة.[1]

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک میراث تقسیم نہ کی جائے گی، اور غنیمت پر خوشی نہیں ملے گی، پھر اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ایسا دشمن ہو گا جو اہلِ اسلام کے مقابلے کے لیے جمع ہو گا اور اہلِ اسلام اس کے مقابلے کے لیے جمع ہوں گے۔ میں نے عرض کیا حضور! رومی مراد ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، تب سخت ترین جنگ ہو گی۔

ملحمہ کبریٰ کہاں ہو گا؟

---

[1] صحیح مسلم رقم ۲۸۹۹

يوم الملحمة الكبرى فسطاط المسلمين بأرض يقال لها الغوطة فيها مدينة يقال لها دمشق خير منازل المسلمين يومئذ.[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ملحمہ کبری کے دن مسلمانوں کا پڑاؤ اس جگہ ہو گا جس کو ''غوطہ'' کہا جاتا ہے، اس میں ایک شہر ہے جسے دمشق کہا جاتا ہے تب یہ مسلمانوں کے لیے بہترین جگہ ہو گی۔

مسلمانوں کا مورچہ اور خیمہ یعنیلشکرِ خلافت کی قیادت کی جگہ کو اس حدیث میں ''فسطاط'' فرمایا گیا جو خیمے یا کیمپ کو کہتے ہیں، جنگ کے میدان کو نہیں، نہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کہاں لڑی جائے گی، میدان جنگ سے متعلق ایک دوسری حدیث مذکور ہے۔

لاتقوم الساعة حتى تنزل الروم بالأعماق أو بدابقَ فيخرُجُ إليهم جيش من المدينة من خيار أهل الأرض يومئذ.[2]

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک رومی اعماق یا دابق میں پڑاؤ نہ کریں، ان کے مقابلے کے لیے مدینہ سے ایک لشکر نکلے گا جو اس وقت روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر ہو گا۔''

اعماق یا سہل العمق حلب کے مغرب میں انطاکیہ کے قریب واقع ہے اور ۱۹۳۹ سے ترکی کے زیرِ تسلط ہے۔[3] جس کے قریب شامی صوبہ حلب ہے، حلب سے اعماق تقریبا ۷۵ کلومیٹر ہے۔

دابق ٹیلوں پر مشتمل ایک علاقہ ہے، جو حلب کے شمال میں ۳۵ کلومیٹر دور واقع ہے، مشہور اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک بھی یہاں مدفون ہیں۔ یہاں کئی یادگار معرکے ہو چکے

---

(1)مستدرك حاكم، صحيح الترغيب والترهيب، أبو داود.

(2)مسلم ۲۸۹۷

(3)اس سے بھی یہی مفہوم ہو رہا ہے کہ ملحمہ سے پہلے ترکی بشمول قسطنطنیہ پر رومیوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

ہیں، جس میں ایک مشہور معرکہ ۱۵۱۶ میں عثمانیوں اور ممالیک کے درمیان لڑا گیا تھا جس میں عثمانیوں کو فتح ملی تھی، تب وہ عالم عرب میں داخل ہو گئے تھے اور ۴۰۰ سال تک حکومت کرتے رہے۔ مسیحی اتحاد چاہے اعماق میں اترے یا دابق میں دونوں جگہیں حلب کے قریب ہیں، حلب دریائے فرات سے بھی تقریباً ۷۵ کلو میٹر مشرق میں واقع ہے۔ ترکی جو نیٹو کا ایک رکن ملک ہے اس پر مسیحی اتحاد یہ دباؤ ڈال سکتا ہے کہ اپنی سرزمین اور چھاؤنیاں ہمیں پیش کریں، کیونکہ اعماق ترکی کے زیرِ قبضہ ہے۔

رومی جب اعماق یا دابق میں پڑاؤ ڈال کر جنگ کی تیاری کریں گے تب "مدینہ" سے بندگانِ خدا کا ایک لشکر نکل آئے گا، مدینہ سے مدینہ طیبہ مراد نہیں ہے کیونکہ وہ معرکے کے میدان سے بہت دور واقع ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حرفِ "فاء" استعمال فرمایا ہے جو کسی امر کے فوراً متصل بعد ہونے کا معنی دیتا ہے، کہ رومیوں کے دابق یا اعماق میں آتے ہی مجاہدین کا یہ لشکر حرکت میں آئے گا، لہذا یہ شہر معرکے کے قریب ہونا ضروری ہے۔ غالب یہی ہے کہ یہ شہر "حلب" ہی ہو گا، صاحب مرقاۃ ملا علی قاریؒ نے بھی حلب لکھا ہے، واللہ اعلم۔ یہ "مدینہ" دمشق بھی ہو سکتا ہے ہر چند کہ وہ دور ہے لیکن چونکہ مسلمانوں کا لشکر اور قیادت غوطہ میں ہو گی جو دمشق کے قریب ہے۔

گوگل ارتھ کھول کر آپ ایک نقطہ حلب کے شمال سے 35 کلو میٹر دور دابق پر لگائیں، دوسرا نقطہ حلب کے مغربی جانب 75 کلو میٹر دور اعماق پر لگائیں، اور تیسرا نقطہ دریائے فرات کے ڈیم "فرات ڈیم" پر لگائیں، پھر ان تینوں نقاط کو ملائیں تو ایک مثلث بن جائے گی، جسکے بالکل درمیان میں ہی حلب ہے۔ جو اس وجہ سے بھی اس عظیم جنگ کا میدان بن سکتا ہے کہ یہ یورپ کے بھی قریب ہے اور بحرِ متوسط کے بھی قریب ہے، تو شاید صلیبی فوجیں یورپ سے نکلتے ہی حلب میں اتریں۔ واللہ اعلم

ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ حلب دنیا کا قدیم ترین شہر ہے، انسانی معاشروں میں جنگوں کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوا ہو گا اس لیے آخری عظیم جنگ کا اختتام بھی اگر یہیں پر ہو تو ایک گونہ مناسبت موجود ہے۔

بلادِ شام کا یہ شہر اس خطے میں واقع ہے جو فتنوں کے زمانے میں ایمان کی پناہ گاہ ہو گا، حافظ الاسد جس نے یہاں الحاد پھیلانے اور اس شہر کو اخلاقی لحاظ سے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، کسی وقت یہاں ایسے مظاہرے ہوئے تھے جن میں یہ نعرے لگتے تھے **حلّک یا اللہ حلّک، حافظ یقعد محلک** یعنی اللہ کی جگہ اب حافظ الاسد بیٹھے گا، نعوذ باللہ۔ انقلاب سے پہلے یہاں اس کے لاکھوں مجسمے نصب تھے، لیکن اللہ وہ ذات ہے جو بارہا مردہ سے زندہ نکالنے کا مشاہدہ کراتا رہتا ہے، انقلاب، جنگوں اور پھر ملحمہ کے بعد حلب ایمانی نسل کا ایک عظیم مرکز بن سکتا ہے۔

موجودہ جنگ نے شام کو مادی لحاظ سے تباہ کر کے رکھ دیا ہے، اور جس کے لاکھوں باشندے آج ترکی اور عرب ملکوں میں ہجرت اور غربت کی زندگی گزار رہے ہیں، دوسری جانب یہاں کے جہادی ماحول نے زمین کے بہترین لوگوں کو یہاں لا جمع کر دیا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ ہے،

﴿وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ﴾[1]

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی لاج رکھنے کے لیے کہ **عَلَيكُم بِالشَّامِ**[2] (شام کو لازم رکھنا) ایسی نسل وجود میں آچکی ہے جنھوں نے پرورش ہی جنگی ماحول میں پائی ہے۔ ملحمہ میں امت کی نمائندگی وہی نسل کر سکتی ہے جن کی تربیت کیفے اور کلب سے دور جہاد و قتال کے

(1) الأنبياء ٧١

(2) ابن عساكر في تاريخ دمشق

محاذوں میں ہو چکی ہو۔

فتنہ دہیما جس کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے کہ یہ مسلمانوں کو دو خیموں میں جدا کر دے گا، نفاق کا خیمہ جس میں ایمان نہیں ہو گا اور ایمان کا خیمہ جس میں نفاق کا نام و نشان نہیں ہو گا، ضروری ہے کہ اس کا اثر شام میں بھی ظاہر ہو، چنانچہ شام کو اس کے اشرار سے نجات مل جائے گی، کالے جھنڈوں والے دمشق کو فتح کر لیں گے، اور تین گھنٹوں کے لیے وہاں سے رحمتِ الٰہی اٹھ جائے گی، اور یہ سب کچھ ملحمہ کے وقوع سے پہلے ہو گا، تا کہ یہاں اہلِ ایمان کا کیمپ بنے، اور یہ ان کی پناہ گاہ ہو۔ رہی شیعہ ملیشیائیں، عرب قوم پرست اور سیکولر کر دا نہیں یہاں جگہ نہیں ملے گی، اور ممکن ہے وہ یہاں سے نکل جائیں گے۔

ستكون هجرة بعد هجرة فخيار أهل الأرض ألزمهم مهاجَر إبراهيم و يبقى في الأرض شرار أهلها تلفظهم أرضوهم تقذرهم نفس الله و تحشرهم النار مع القردة و الخنازير.[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہو گی، زمین کے بہترین انسان وہی ہوں گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کو لازم رکھیں گے، باقی زمین میں وہاں کے بدترین لوگ باقی رہیں گے، ان کی زمینیں انہیں پھینکیں گی، اللہ ان گندے لوگوں کو ناپسند کرے گا، اور آگ انہیں بندروں اور خنزیروں کے ساتھ جمع کرے گی۔

ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک عراق کے بہترین لوگ شام نہ چلے جائیں، اور شام کے بدترین لوگ عراق نہ چلے جائیں۔[2]

---

(1) حدیث حسن، سنن ابوداود، مسند طیالسي، مسند عبد الرزاق، مسند أحمد، ابو نعیم في الحلیه، بغوي.

(2) مسند احمد، تاریخ بن عساکر، الفتن نعیم بن حماد

شام مبارک سرزمین ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے رہنے کے لیے پاک لوگوں کو منتخب کر رکھا ہے، یہ آخری زمانے کے عظیم حوادث اور واقعات کے لیے ایک سٹیج ہے، یہاں خلافت علی منہاج النبوت کی بنیاد رکھی جانی ہے، جو ملحمہ کے بعد پوری دنیا کی ایک عظیم سلطنت ہو گی، اور یہیں سے ہی قسطنطینیہ کی فتح کا لشکر تیار ہو گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قسطنطینیہ دوبارہ کیوں فتح ہو گا جبکہ وہ ایک مرتبہ 1454ء میں سلطان محمد الفاتح کے ہاتھوں فتح ہو چکا ہے؟

فتح قسطنطنیہ

جو حدیث مبارک ہم نے شروع میں ذکر کی تھی جس میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے جنگِ عظیم کو فتح قسطنطنیہ کا ذریعہ بتایا تھا، **ملحمہ** کے نام سے جنگِ عظیم کا خروج ابھی ہونا ہے، جس کی چنگاریاں مختلف جگہوں میں سلگ رہی ہیں، احادیث میں الملحمۃ الکبریٰ اور فتح قسطنطنیہ کے وقفے کا کچھ یوں ذکر آیا ہے۔

بين الملحمة وفتح المدينة (أي مدينة القسطنطينية) ستُّ سنين ويخرج المسيح الدجال في السابعة.[1]

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ملحمہ اور قسطنطنیہ کی فتح کے درمیان چھ سال کا فرق ہے اور ساتویں سال دجال نکلے گا۔ ایک ضعیف اثر میں چھ مہینے بھی بتائے گئے ہیں کہ ملحمہ کے چھ مہینوں بعد ساتویں مہینے میں دجال کا خروج ہو گا۔

فتح قسطنطنیہ سے پہلے کا منظر بہ ظاہر یہ بنتا ہے کہ دریائے فرات پر خوفناک جنگ ہو چکی ہے جس میں لڑنے والوں میں 9 میں سے 7 ہلاک ہو چکے ہیں، الملحمۃ الکبری بھی ہو چکی ہے جس میں 99 فیصد لوگ قتل ہو چکے ہیں، دم دار ستارے اور اس کے دھویں (دخان) کی وجہ سے جدید ٹیکنالوجی اور سائنس سے آباد شہر بری طرح متاثر ہو چکے ہیں، مشرق، مغرب اور جزیرۃ

(1) مسند أحمد، سنن أبوداود، معجم الكبير للطبراني، مصنف ابن أبي شيبة، مشكل الآثار للطحاوي.

العرب میں "خسف" یعنی زمین میں دھنسنے کے تین عظیم حادثات واقع ہو چکے ہیں۔ یورپ و امریکہ بھی اس سے متاثر ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم

﴿وَإِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا﴾[1]

"اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم روزِ قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں، یا اسے سخت عذاب نہ دیں۔ یہ بات (تقدیر) کی کتاب میں لکھی جاچکی ہے۔"

البتہ مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر باقی بچا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے نوازا ہے، جو کبھی فتنے میں مبتلا نہیں ہوں گے، اگلے مرحلے کے لیے سانس لینے کا بھی موقع نہیں ہے، کیونکہ وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْ يَدِيْ إِلٰى رَأْسِكَ[2] حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ جب خلافت بیت المقدس کو مرکز بنا کر اترے تب قیامت اس سے بھی زیادہ قریب ہو گی جتنا میرا ہاتھ تمہارے سر کے قریب ہے۔ لیکن ابھی زمین پر کچھ ایسے افراد موجود ہیں جو زندگی کا وسیلہ بن سکتے ہیں۔

ان مجاہدین میں یورپ کے ستر ہزار نو مسلم بھی ہوں گے جن کا "بنو اسحق" کے نام سے ذکر ملتا ہے، یہ اسلامی لشکر کا اہم ترین حصہ ہو گا کیونکہ ملحمہ در حقیقت انہی کی وجہ سے لڑی گئی ہے، اور انہی کی وجہ سے رومیوں سے اتحاد ختم ہو چکا ہے، انہی کو حوالہ کرنے کا مطالبہ ہو گا جو مسلمان کبھی پورا نہیں کریں گے، مسلمان کہیں گے: کیسے ہم اپنے ان بھائیوں سے پیچھے ہٹ جائیں؟

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک رومی لوگ اعماق یا دابق میں نہ اتریں، ان

---

(1) الإسراء ٥٨

(2) أبو داود ، مستدرك حاكم.

کے مقابلے کے لیے مدینہ (مدینہ طیبہ یا ایک اور شہر) سے ایک لشکر نکلے گا، جو اس وقت روئے زمین میں بہترین لوگ ہوں گے، جب دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں صفیں بنالیں گے، تو رومی کہیں گے کہ ان لوگوں تک ہمیں رسای دے دیجئے جنہوں نے ہم میں سے کچھ لوگوں کو قیدی بنالیا ہے، (یا جو ہم سے گرفتار کرکے تم نے انہیں قیدی بنالیا ہے) ہم ان سے لڑیں گے۔ مسلمان کہیں گے: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، کس طرح ہم اپنے بھائیوں تک تمہیں رسائی دے سکتے ہیں؟ چنانچہ وہ ان سے لڑیں گے، تو ایک تہائی کو شکست ہو جائے گی جن کی توبہ اللہ کبھی بھی قبول نہیں کرے گا، ایک تہائی حصہ شہید ہو جائے گا، جو اللہ کے نزدیک افضل شہید ہوں گے، اور ایک تہائی کو فتح مل جائے گی یہ لوگ کبھی بھی فتنے میں مبتلا نہیں ہوں گے، یہی لوگ قسطنطینیہ کو فتح کریں گے۔

قسطنطنیہ کا سقوط

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ترکی کی فوج کہاں ہو گی، اور قسطنطینیہ کیوں کر ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا؟ اور قسطیطینیہ پر کون قابض ہو گا؟

اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے اس بات کا امکان موجود ہے کہ آرتھوڈکس چرچ کے زیرِ اثر روس و یونان جیسے صلیبی ممالک اپنی قوت جمع کر کے قسطنطینیہ کو براستہ بحرِ اسود، بحرِ ایجہ فتح کرلیں گے، اور یوں آبنائے باسفورس پر قبضہ کرلیں گے، آیا صوفیہ (جو سینکڑوں سال تک ان کا مقدس مقام رہ چکا ہے) ایک بار پھر آرتھوڈکس چرچ کا مرکز بن جائے گا، قسطنطینیہ جو 1432 سے ان کے دلوں میں تیر کی طرح پیوست ہے اور یہ کب سے ایسے موقع کے انتظار میں ہیں کہ انہیں اپنا چھ سو سالہ قدیم مقدس مقام واپس مل جائے۔ اور ابھی قریب ہی ترکی عدالت کے فیصلے نے آیا صوفیہ کی وہ حیثیت بحال کی جو اسے سلطان محمد الفاتح نے عطا کی تھی اور مصطفی کمال اتاترک نے اسے مسجد سے میوزیم بنا دیا تھا اسے

دوبارہ مسجد بنادیا تھا۔ موجودہ حالات میں جبکہ مغرب نے امت مسلمہ کا خون چوس چوس کر اسے ادھ موا کر دیا ہے یہ اسے کیسے برداشت ہو سکتا ہے کہ مسلمان، عیسائیوں کی واحد قدیم نشانی "آیا صوفیہ" کو مسجد بنالیں، اور یہاں تکبیر کے زمزمے گونجیں۔ اس لئے عالم عیسائیت اس پر کسی بھی وقت قبضہ کر سکتا ہے۔

اس کی تائید نعیم بن حماد کی کتاب "الفتن" کی روایت سے بھی ہو سکتی ہے کہ جب حضرت امام مہدی کو تلاش کرنے کے لئے مختلف آفاق سے سات علما حرم مکی میں اکٹھے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے سے آنے کا مقصد پوچھیں گے تو وہ کہیں گے کہ: **جئنا في طلب هذا الرجل الذي ينبغي أن تهدأ على يديه هذه الفتن و تفتح له القسطنطينية**[1] ہم اس لئے نکلے ہیں کہ اُس شخصیت کو ڈھونڈیں جن کے ہاتھوں فتنوں کی یہ آگ ٹھنڈی ہو اور قسطنطینیہ فتح ہو۔

یعنی حضرت امام مہدی کے ظہور کے بہت ہی قریب آپ کی تلاش کا ایک قوی محرک یہ ہو گا کہ قسطنطینیہ دشمن کے ہاتھوں میں چلا گیا ہو گا اور اسے فتح کرنے کے لئے علما حضرت امام مہدی کو ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ بہ ظاہر یہ اس وقت کا سلگتا موضوع ہو گا اور مسلمانوں کو بالخصوص اہلِ دین کو اس پر کفار کے ناجائز قبضے کا سخت افسوس اور غم و غصہ ہو گا، اور انہیں حضرت امام مہدی کے علاوہ فتنوں سے نجات اور اس شہر کی فتح کا کوئی اور راستہ نظر نہیں آرہا ہو گا۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ قسطنطینیہ چونکہ اس وقت ایک سیکولر ملک (ترکی) کے قبضے میں ہے، یہاں ایک خالص اسلامی حکومت نہیں ہے، اور سیکولر طاقتیں ہی حضرت امام مہدی کے بالمقابل کھڑی ہوں گی اس لئے قسطنطینیہ پر ان کا قبضہ مسلمانوں کا قبضہ نہیں سمجھا

---

(1) الفتن رقم: ١٠٠٠

جا سکتا، اور حضرت امام مہدی کا اسے قبضہ کرنا گویا فتح کرنا ہے۔ لیکن اس توجیہ پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ "فتح" کا اطلاق اسلامی تاریخ میں عموماً کفر کے قبضے کو ختم کر کے مسلمانوں کے قلمرو میں داخل کرنے پر ہوتا ہے۔ سیکولرازم کتنا ہی گمراہ نظام ہو اس پر کفر صریح کے احکام کا اطلاق مشکل ہے، اور عام مسلمانوں میں بھی ترکی کو ایک مسلم ملک کے طور پر ہی دیکھا جاتا ہے۔

نیز یہ بات بھی اہم ہے کہ حضرت امام مہدی سے پہلے ایک قسطنطنیہ ہی پر کیا موقوف، وہاں تو مکہ و مدینہ سمیت عالم اسلام کے اکثر بلاد سیکولر طاقتوں کے چنگل میں ہوں گے، تو علمائے سبعہ کا حضرت امام کو ڈھونڈنے کے لئے یہ باعث بتانا کہ قسطنطنیہ فتح ہو اس تخصیص کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، سوائے اس کے کہ قسطنطنیہ ایک بار پھر یورپ کے ہاتھوں میں چلا جائے۔ مستدرک و طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ ملحمہ میں رومی اپنے بادشاہ کے پاس جا کر کہیں گے[1] (اور کتاب الفتن میں اس بادشاہ کا قسطنطنیہ میں ہونے کا ذکر ہے[2]) ہم آپ کی طرف سے ان عربوں سے جنگ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ہماری تعداد بھی ان سے زیادہ ہے اور قوت بھی ان سے بڑھ کر ہے، وہ بادشاہ معذرت کر کے کہے گا کہ میں معاہدے کے بعد غداری نہیں کر سکتا، چنانچہ یہ لوگ رومیہ (ویٹیکن سٹی) کے بادشاہ کے پاس جا کر یہی بات کہیں گے۔ اس پر وہ اسّی جھنڈوں تلے ایک عظیم لشکر بھیج دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنگِ عظیم کے وقت قسطنطنیہ پر رومی عیسائیوں کا قبضہ ہو گا۔ واللہ اعلم

حضرت امام مہدی کو بیعت کے بعد سب سے پہلے عالم اسلام کے اندرونی دشمنوں سے واسطہ پڑے گا، دجال کے اشارے پر سفیانی جیسے حکام آپ کے سامنے کھڑے ہوں گے، جن کو شکست دینے کے بعد آپ بیت المقدس کی جانب متوجہ ہوں گے، جہاں یہود کی حفاظت کے لئے

(1)مستدرك حاكم رقم ٨٢٩٨، الطبرانيي في الكبير ٤٢٣١

(2)الفتن لنعيم بن حماد ١٢٥٢

مغرب لاکھوں فوجیں لے کر سامنے کھڑا ہو گا، اور الملحمة الکبریٰ کی صورت میں عظیم الشان جنگ ہو گی، اس جنگ کے بعد قریب ہی قسطنطینیہ کا معرکہ ہو گا جس میں اللہ مجاہدین کی کھل کر نصرت فرمائیں گے اور مادیت کی عمارت میں تکبیر کے نعرے لرزہ پیدا کریں گے، قسطنطینیہ کی فتح کے بعد اسرائیل کا خاتمہ نوشتۂ دیوار ہو گا، جسے دجال برداشت نہ کر سکے گا اور اپنے آخری انجام کو دیکھنے نکل آئے گا۔

فتح کے نقیب

آپ ﷺ نے قسطنطینیہ فتح کرنے والے لشکر کے بارے میں فرمایا:

إني لأعرف أسماءهم وأسماء آباءهم وألوان خيولهم هم خير فوارس على ظهر الأرض يومئذ أو من خير فوارس على ظهر الأرض يومئذ.[1]

میں ان کے ناموں، ان کے باپ کے ناموں کو جانتا ہوں، ان کے گھوڑوں کے رنگ بھی جانتا ہوں، اس وقت یہ روئے زمین پر بہترین گھڑ سوار ہوں گے، یا یوں فرمایا کہ یہ اس وقت روئے زمین پر بہترین گھڑ سواروں میں سے ہوں گے۔ مسند عبد الرزاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ دجال ان سے لڑے گا اور یہ لوگ شہید ہو جائیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے اس کی فتح کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

> سمعتم بمدينة جانب منها في البر وجانب منها في البحر؟ قالوا نعم يا رسول الله، قال لا تقوم الساعة حتى يغزوها سبعون ألفا من بني إسحق، فإذا جاءوها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموا بسهم، قالوا لاإله إلا الله والله اكبر فيسقط أحد جانبيها، ثم يقولوا الثانية لا إله إلا الله والله أكبر فيسقط جانبها الآخر، ثم

(1)مسلم رقم ۲۸۹۹

يقولوا الثالثة لاإله إلا الله والله أكبر فيفرج لهم فيدخلوها فيغنموا فبينما هم يقتسمون المغانم إذ جاءهم الصريخ فقال إن الدجال قد خرج فيتركون كل شيء و يرجعون.[1]

”کیا تم لوگوں نے اس شہر کے بارے میں سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور دوسری جانب سمندر میں؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ بنو اسحق کے ستر ہزار لوگ یہاں لڑائی نہ کریں، جب وہ یہاں آکر اتر جائیں گے تو وہ کسی اسلحے کے ساتھ نہیں لڑیں گے، نہ کوئی تیر چلائیں گے، وہ یوں کہیں گے: لا إله الا اللہ واللہ اکبر تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی، پھر دوسری بار کہیں گے، لا إله الا اللہ واللہ اکبر، تو اس کی دوسری جانب بھی گر جائے گی، پھر تیسری بار کہیں گے لا إله الا اللہ واللہ اکبر تو ان کے لئے شہر میں داخلے کا راستہ کھل جائے گا، یہ لوگ اندر داخل ہو جائیں گے اور غنیمت حاصل کریں گے، اس دوران کہ وہ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ انہیں آواز سنائی دے گی کہ دجال نکل چکا ہے، تو یہ لوگ ہر چیز چھوڑ کر واپس آجائیں گے۔“

ایک دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ قسطنطینیہ پر تین مرتبہ حملہ کرو گے، جو پہلی جنگ ہو گی تو اس میں تمہیں آزمائش اور سختی پہنچے گی، اور جو دوسری جنگ ہو گی تو اس میں تمہارے اور ان کے درمیان صلح ہو گی یہاں تک کہ مسلمان اس میں مسجدیں بنائیں گے، اور ان کے ساتھ مل کر قسطنطینیہ کے پیچھے لڑیں گے، پھر اسی کی جانب لوٹ آئیں گے، اور تیسری جنگ میں اللہ تکبیر کے ذریعے اسے فتح کرا دے گا، یہ تین قسموں پر تقسیم ہو گا، ایک تہائی حصہ برباد ہو جائے گا، ایک تہائی حصہ جلا دیا جائے گا، جبکہ ایک

---

(1)مسلم رقم ٢٩٢٠

تہائی حصہ آپس میں ماپ کر تقسیم کر دیں گے۔[1]

اس حدیث میں قسطنطنیہ پر تین حملوں کا تذکرہ ہے، پہلی جنگ جسے یہاں آزمائش اور سختی کی جنگ کہا گیا وہ تھی جو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں لڑی گئی، یہ وہ مہم تھی جو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کی سرکردگی میں روانہ کی۔ ان مجاہدین میں جلیل القدر صحابی، میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو قسطنطنیہ کے قلعے کی دیوار کے سائے میں مدفون ہیں، لیکن اس لشکر کو فتح نہیں ملی۔

دوسری مہم مشہور عثمانی سلطان، سلطان محمد الفاتح کے ہاتھوں انجام پائی، یہ جنگ 1453 میں ہوئی، جس میں قسطنطنیہ فتح ہوا، اس میں مسجدیں تعمیر ہوئیں، عثمانی فوجیں آگے بڑھ کو یورپ کے قلب میں داخل ہوئیں، اور خطہ بلقانبلکہ اس سے بھی آگے آسٹریا تک پہنچ گئیں تھیں۔ یہ فتح آخر زمانے کی فتح کے لئے ایک تمہید تھی۔ اس کے بعد جب خلافت کا خاتمہ ہوا تو یہ عظیم عثمانی خلافت ایک چھوٹے سے دائرے تک محدود ہو کر رہ گئی۔

اس کے بعد جو تیسری جنگ ہو گی جس میں فتح ان شاءاللہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں ہو گی، یہ فتح آخری زمانے میں خروج دجال سے کچھ ہی پہلے ہو گی، اور یہ فتح بغیر کسی اسلحے کے تکبیر و تہلیل کے ذریعے ہو گی۔ اس فتح کا سہرا جیسا کہ حدیث میں ہے بنو اسحٰق کے سر ہو گا، بنو اسحٰق سے مراد عیسائیت ویہودیت چھوڑ کر مسلمان ہونے والے ہیں، اس میں اس کی بھی پیشین گوئی ہے کہ اسلام یورپ میں بہت تیزی کے ساتھ پھیلے گا۔ اس کی ابتدائی نشانیاں نظر آنے لگی ہیں، کہ 80 کے عشرے بالخصوص 11/9 کے بعد یورپ میں اسلام سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والا دین بن گیا ہے۔

دوسرا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جو مجاہدین قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، وہ اعلیٰ درجے

---

(1) الفتن رقم ١٣٢٨

کے مسلمان ہوں گے، کیونکہ وہ اسے اسلحے کے زور پر نہیں بلکہ تکبیر و تہلیل کی قوت سے فتح کریں گے، اس لیے ترکی کی سیکولر فوج کے ہاتھوں یہ معرکہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا جن کے ہاتھوں خلافت کا خاتمہ ہوا اور قسطنطینیہ معنوی طور پر اہلِ اسلام کے ہاتھوں نکل گیا، اور ظہور مہدی سے پہلے یہ حقیقی طور پر بھی کفار کے قبضے میں چلا جائے گا، یہ بھی معلوم ہوا کہ انسانی تاریخ کے اس آخری زمانے میں فتوحات جنگی و مادی قوت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ محض ایمانی قوت کی بنیاد پر ہوں گی، جس میں اسلحہ لاالٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہو گا۔ یہی اسلحہ فتح قسطنطینیہ کے وقت بھی کام آئے گا اور جب دجال خروج کرے اور اہلِ ایمان کو کھانے پینے کو کچھ نہ ملے تب بھی۔

خلاصہ

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ آخر زمانے میں یہودیوں کو زمین میں عظیم الشان عروج ملے گا، اور جہاں سے یہ لوگ دھتکارے گئے تھے یعنی یروشلم، وہیں پر یہ لوگ قابض ہو کر اسے آباد کر دیں گے، بیت المقدس میں یہود کی یہ ترقی بالواسطہ عالم اسلام کی ویرانی کا ذریعہ بنے گی، اور امت اس حالت کو پہنچ جائے گی کہ ظلم و ستم سے کے ہاتھوں دربدر ہو گی۔ حضرت امام مہدی کے علاوہ دوسرا کوئی حل سجھائی نہیں دے گا۔ ان کے ظہور کی تحریک حرمین میں چل رہی ہو گی جن پر سفیانی جیسے حاکموں کی نظر ہو گی، وہ اس کو روکنے کی بھرپور کوشش کریں گے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ جیسے پاک شہر کو بھی ویران کر دیں گے، لیکن اللہ نے جس کو ظاہر کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اسے یقیناً ظاہر کر دیں گے۔ حضرت امام کے ظہور پر سب سے زیادہ خطرہ اسرائیل کو ہو گا کیونکہ آپ بیت المقدس کو اپنا دارالخلافہ بنائیں گے۔ دجال پسِ پردہ رہ کر عالم عیسائیت کو آپ کے خلاف کھڑا کر دے گا، جن کے ساتھ غوطہ میں معرکے کا میدان گرم ہو گا۔ اس عظیم الشان جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا اور عیسائی شکست کھائیں گے، یہاں تک کہ ان کا روحانی مرکز "قسطنطنیہ" بھی ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یہ دجال کو غضبناک کر کے باہر نکل

آنے پر مجبور کر دے گا اور وہ اپنا فتنہ پھیلانے کے لئے خروج کرے گا، اس کا انجام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں لکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے ایک سال دو مہینے اور دو ہفتے تک اپنا فتنہ پھیلانے کے بعد اللہ اس کا خاتمہ فرمائے گا اور انسانیت کو اس سے نجات مل جائے گی۔

L L L L L L

صبح کاذب سے صبح صادق تک

40 سال پہلے حرم میں پیش آنے والا حادثہ

جہیمان بن سیف العتیبی کا واقعہ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے اس کا تعلق

جہیمان بن محمد بن سیف العتیبی

موجودہ مملکت سعودی عرب کے بانی عبد العزیز بن آل سعود نے جب انیسویں صدی کے آغاز میں نجد وحجاز میں خلافت عثمانیہ کے خلاف جزیرۃ العرب میں اپنی سلطنت کو مضبوط بنانا شروع کیا تو عموماً صحرائی قبائل نے اس کا ساتھ دیا۔ ان میں تین قبیلے اور ان کے سربراہ معروف ہوئے۔ اور اس لشکر کی اکثریت انہیں قبائل سے تھی۔:(۱) ارطاوی قبیلہ اور اس کے امیر فیصل الدویش، (۲) قبیلہ عجمان اور اس کے شیخ ضیدان بن حثلین (۳) قبیلہ عتیبہ اور اس کے شیخ سلطان بن بجاد۔

مختلف عرب قبائل کے افراد کو توحید کے نام پر اکٹھا کیا گیا اور انہیں ترغیب دی گئی کہ عرب میں مزارات و قبور کے نام پر شرک پھیل چکا ہے اور کثرت سے لوگ اس میں مبتلا ہو چکے ہیں، اس لئے ان کے خلاف جہاد ضروری ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے اَعراب (بدوری طرزِ زندگی گزارنے والے لوگوں) کو اکٹھا کیا گیا، ان کی تعلیم و تربیت اور رہائش کے لئے بستیاں بسائی گئیں۔ چونکہ یہ لوگ اپنے علاقوں کو چھوڑ کر وہاں آباد ہو جاتے تھے اس لئے ان بستیوں کو "ہجر" کہا گیا۔ ہجر کے نام پر ان بستیوں کی آباد کاری 1911 سے شروع ہوئی، یہ بستیاں پورے جزیرۃ العرب میں دوسو مقامات تک پھیل گئیں، ان بستیوں میں رہنے والے بدویوں سے ایک قبائلی لشکر منظم ہوا جسے "اخوان من اَطاع اللہ" کا نام دیا گیا، جسے مختصراً "اخوان مَنطاع اللہ" کہا جاتا تھا۔ یہ

لوگ عبد العزیز بن عبد الرحمن آل سعود کو ایک دینی قائد کی صورت میں دیکھتے تھے۔

قبیلہ عُتیبہ کے "جہیمان بن محمد بن سیف الضان" نے بھی اُن "ہجر" (بستیوں) میں سے ایک میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اس ہجرت کا نام "ساجر" رکھا گیا، اس میں تمام افراد بدوی لوگ تھے، انہوں نے سلطان عبد العزیز کے ساتھ مل کر سلطان بن بجاد کی قیادت میں جنگیں لڑیں، یہ لوگ بن بجاد کو "سلطان الدین" کہتے تھے۔ یہ 29مارچ 1929 کی بات ہے۔ جزیرۃ العرب کا اکثر حصہ انہی دیہاتیوں کی وجہ سے سلطان عبد العزیز کو ملا۔ توحید کی بنیاد پر منظم ہونے والا یہ لشکر عراق کی جانب بڑھنا چاہتا تھا، لیکن جب سلطان عبد العزیز کا برطانوی حکومت کے ساتھ معاہدہ ہوا اور سعودی مملکت کی حدود برطانیہ کی جانب سے طے ہو گئیں، اور انہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ملی، اور سلطان عبد العزیز نے انہیں منع کیا، تو انہوں نے سلطان کے خلاف واقعہ "سبلہ" میں بغاوت کی۔ "اخوان من طاع اللہ" کے کارکن، فیصل بن سلطان الدویش اور سلطان بن بجاد کی قیادت میں سلطان عبد العزیز کے خلاف "زلفی" شہر کے شمال مشرق میں "روضۃ السبلۃ" میں سامنے آئے۔ اس معرکے میں اخوان کو شکست ہوئی اور دُویش زخمی ہوئے، دویش کو سلطان عبد العزیز نے معافی دی جبکہ سلطان بن بجاد کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہوا لیکن پھر اسے گرفتار کیا گیا، اور ریاض کی جیل میں اس نے اپنی باقی زندگی گزاری اور وہیں اس کی وفات ہوئی۔[1]

اس واقعے کی وجہ سے اخوان بالخصوص اہلِ ساجر میں سعودی حکومت کے خلاف بغاوت اور سرکشی کے احساسات پیدا ہوئے، انہی احساسات میں جہیمان کی پرورش ہوئی[2]۔ اس

---

(1): توحيد المملكة العربية السعودية ، ترجمة محمد المانع ص ١٥٢

(2): جہیمان کی پیدائش 16 ستمبر 1936 کو ہوئی تھی، اور پرورش ساجر کی ہجرت کے دوران ہوئی، جس کی ابتدا ۱۳۳۳ ہجری / 1914ء میں ہوئی تھی۔ پھر سعودی نیشنل گارڈ میں ایک فوجی کی حیثیت سے بھرتی ہوئی جس میں جہیمان ایک ٹینکر کا ڈرائیور تھا۔ (فوج سے اس کی نفرت کی وجہ شیخ حمود التویجری کی کتابیں "الایضاح والتبيين لما وقع فيه الاكثرون

کی نفسیات پر اس کا گہرا اثر تھا۔ جہیمان کے والد، سلطان بن بجاد کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے، ان کی اپنے بیٹے کو یہ نصیحت تھی کہ سلطان عبد العزیز کے آگے تسلیم نہ ہوا جائے، اسی وجہ سے جب وہ ۱۳۹۸ھ میں پہلی مرتبہ گرفتار ہوا تو حکومت کے آگے تسلیم ہونے کو تیار نہیں ہوا، کیونکہ وہ اسے غدار سمجھتا تھا، جہیمان کے ذہن میں یہ بات بھی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کا قبیلہ سلطان بن بجاد کا انتقام نہیں لے سکا۔ اس کے دل میں اس طرح کے خیالات تھے جن کا وہ وقتاً فوقتاً اظہار کیا کرتا تھا۔[1]

مملکت سعودی عرب میں اس زمانے میں آزاد خیالی کی فضا تھی، سینما گھر قائم تھے، عورتوں کو ڈرائیونگ کی اجازت تھی (جیسا کہ آج محمد بن سلمان اسی ماحول کو واپس بحال کرنے کی

من مشابهة المشركين'' بنی، کیونکہ اس میں مؤلف نے مشرکین کے ساتھ تشبہ کے بارے میں شدت سے کام لیا تھا بلکہ ایسے شخص کو ملت ہی سے خارج کر دیا تھا) اس کے بعد اس نے کوشش کی کہ اسے پرائمری کی سرٹیفیکیٹ مل جائے تاکہ اسے ملازمت میں ترقی ملے، لیکن چوتھی جماعت ہی میں اس نے پڑھائی چھوڑ دی اور معهد دارالحدیث کی القسم الابتدائی میں کچھ عرصے کے لئے داخلہ لے لیا، پھر اسے بھی جاری نہ رکھ سکا۔ تدریس کے اسلوب اور نظامی طریقے سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے معهد دارالحدیث کو بھی چھوڑ دیا۔ اس بات نے بعد میں نظامی پڑھائی کے متعلق اسے ایک معاندانہ موقف پر مجبور کیا۔ لکھنے کے لحاظ سے وہ تقریباً ان پڑھ تھا، جس میں املا اور گرائمر کی بہت غلطیاں ہوتی تھیں۔ البتہ اس کا حافظہ قوی تھا اور قوت استدلال کا مالک تھا۔ ظاہری نصوص کی چاردیواری میں مقید رہتا تھا۔ وہ ان تمام علوم وفنون سے الگ تھلگ رہتا تھا جن کے ساتھ اس کا تعامل مشکل تھا، بلکہ علوم شریعت کے واسطے ضروری علوم آلیہ پر اکثر اعتراض کرتا تھا، مثلاً نحو، اصولِ فقہ وغیرہ۔ جس میں عموماً یہ دلیل دیتے کہ سلف اور صحابہ کرام نے ان علوم کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اور یہ کہ اللہ نے تقویٰ اختیار کرنے پر علم دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾ (اور تقویٰ اختیار کرو اور وہی تمہیں علم دے گا)۔

([1])أيام مع جهيمان ص ۴۱۔ یہ ناصر الحزیمی کی کتاب ہے جس کا پورا نام أيام مع جهيمان كنا مع الجماعة السلفية المحتسبة ہے، یہ جہیمان کے قریبی ساتھی تھے، الجماعة السلفية المحتسبة کے اہم رکن تھے، اور جنہوں نے جہیمان کے ساتھ رفاقت کی سرگزشت خود اپنے قلم سے تحریر کی ہے۔

کوشش میں ہے) ان جیسے بہت سارے امور جہیمان اور اس کے ساتھیوں کے لئے قابلِ نکیر تھے۔ وقتاً فوقتاً یہ لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ انہوں نے **الجماعة السلفية المحتسبة** کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کرر کھی تھی۔[1]

حکومتی آزاد خیالی، عمومی بگاڑ کا ماحول، جماعت کے اخوان کا بدویانہ ذہن اور علامات قیامت کے متعلق مروی احادیث کی ناقص فہم کی وجہ سے حرم مکی میں یہ حادثہ رونما ہوا۔ ان حالات نے ان کو یہ راستہ دکھایا، یہ لوگ سمجھتے تھے کہ ہم آخری زمانے میں جی رہے ہیں، جب حضرت امام مہدی کا ظہور ہو گا اور جو نبوی منہج پر خلافت کو قائم کریں گے اور دنیا سے ظلم وجور کا خاتمہ کریں گے۔[2] چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے کوششیں شروع کیں۔

---

(1) یہ جماعت 1965 کے بعد وجود میں آئی، اس کے بانیوں میں اکثر وہ تھے جو تبلیغی جماعت سے نکل کر یہاں آئے تھے، یہ لوگ سمجھتے تھے کہ تبلیغی جماعت والے توحید کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو اسے دینی چاہئے، ولا اور براء کے عقیدے اور نہی عن المنکر کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ انہی میں سے ایک جہیمان بھی تھے جو پہلے سعودی نیشنل گارڈ میں ڈرائیور تھے۔ اس جماعت کی سنگِ بنیاد چھ افراد نے رکھی۔ اس کے بعد یہ لوگ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کے پاس آئے اور ان سے عرض کیا کہ ہم نے جماعت سلفیہ قائم کی ہے جس کی بنیاد دعوتِ توحید پر ہے، اور کسی فقہی مذہب کی تقلید پر نہیں بلکہ قرآن وسنت سے تمسک پر ہے، اور ہمارا اس سے کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ ان لوگوں نے ابن باز سے درخواست کی کہ آپ ہماری سرپرستی قبول فرمائیں۔ انہوں نے قبول کیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ چونکہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید بھی رکھتے ہیں اس لئے اس جماعت کا نام الجماعة السلفية المحتسبة ہونا چاہئے، احتساب کا معنی عربی میں ہے اللہ سے اجر کی امید رکھنا)۔

(2) یہ لوگ قرآن وحدیث کو لینے کے نام پر غلو کا شکار ہو گئے، اور فقہی مذاہب سمیت بہت سارے علوم وفنون کو ترک کیا جیسے لغت، اصول فقہ، اور استحسان وقیاس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ ان میں بہت سارے حضرات وہ تھے جو سعودیہ کے بدوی زندگی کے عادی تھے اور شہری زندگی کے ہنگاموں سے دور رہنا پسند کرتے تھے۔ اسلامی شعائر کا احترام کرتے تھے اور دین کے اُن اصولوں پر کاربند رہتے تھے، جنہیں آج شدت پسندی اور انتہاپسندی سمجھا جاتا ہے، مثلاً اس جماعت کے ساتھی "صلیب" کی تصویر والی گھڑی نہیں پہنتے تھے(أيام مع جهيمان ص ٢٩)

۱۳۹۹ھ میں جماعت میں خوابوں کے متعلق باتیں شروع ہو گئیں اور یہ بحث بھی کہ ہم آخری زمانے میں جی رہے ہیں، ایک منظر نامہ یہ بن رہا تھا کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں امام مہدی کا ظہور ہو گا، جن کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے متعلق دیکھے جانے والے خواب تواتر کے ساتھ نظر آئیں گے، اس مسئلے نے اخوان میں ایک اجتماعی جنون کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ جہیمان نے علاماتِ قیامت اور امام مہدی کے بارے میں ایک رسالہ بھی لکھا جس میں وہ لکھتے ہیں۔

"میں نے فتنوں اور علاماتِ قیامت کے متعلق صحیح احادیث کو جمع کرنے میں اپنی کوشش صرف کر دی ہے، کیونکہ آج اس کی ضرورت زیادہ ہے۔ اور میں نے زمان و مکان کے لحاظ سے اس کو ایک ترتیب دی ہے۔ ساتھ ساتھ اس کا بھی خیال رکھا ہے کہ نصوص کے درمیان تطبیق دی جائے، اور اسے ایک مکمل شکل میں پیش کیا جائے تاکہ اس سے پورا فائدہ پہنچے۔"[1]

اس کے بعد جہیمان نے ان روایات کو جمع کرنے کی وجہ بیان کی۔

"اس موضوع پر بہت سارے اہل علم نے پہلے لکھا ہے، لیکن میں نے ان میں دو اہم باتیں ملاحظہ کیں۔

(۱): اُن حضرات نے صحیح روایات پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ انہوں نے صحیح و ضعیف دونوں قسم کی روایات جمع کی ہیں، حالانکہ ہمارے دین میں کسی عقیدے و عمل کے لئے روایت کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

(۲): ان حضرات نے احادیث و روایات کی دلالت میں ربط اور واقع پر ان کی تطبیق کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ اسی وجہ سے قاری کو وہاں روایات میں کچھ تعارض نظر آتا ہے۔ بلکہ بعض جگہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا، باوجود یہ کہ اس

---

(1)رسالة الفتن و أخبار المهدي و نزول عيسى و أشراط الساعة.

معاملے میں وہ معذور تھے کیونکہ انہیں ان حالات سے واسطہ نہیں پڑا جن سے ہمیں پڑا ہے۔ (ص ۳)"

انہیں ایک ایسی شخصیت بھی ملی جس نے ان کا مقصود آسان بنادیا، یہ محمد بن عبد اللہ قحطانی تھے جو جہیمان کے بہنوئی تھے، ان حضرات کا خیال تھا کہ یہی امام مہدی ہیں، کیونکہ صحیح روایات میں جو علامات منقول ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔ مثلا امام مہدی کا نام نبی کریم ﷺ کے نام کی طرح، والد کا نام نبی کریم ﷺ کے والد کے نام کی طرح ہو گا۔ نسبا قریشی اور حسینی ہوں گے۔(1)

اس کے بعد ان لوگوں نے ان روایات کی روشنی میں (جن میں امام مہدی کی رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان بیعت کرنے کا ذکر ہے) حرم شریف پر قبضہ کر کے بیعت لینے کا منصوبہ بنایا۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے پانی کے دو ٹینکر تیار کر رکھے تھے۔ کیونکہ پانی کے ٹینکر حرم آتے جاتے تھے، اس لئے اندر بھیجتے وقت کسی کو شک نہیں گزرا۔ ایک ٹینکر میں کھجور اور

---

(1): ناصر الحزیمی لکھتے ہیں: ایک دفعہ میری ملاقات محمد بن عبد اللہ القحطانی سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کو اپنے متعلق یہ اطمینان ہے کہ آپ ہی مہدی منتظَر ہیں؟ تو انہوں نے کہا: پہلے مجھے اس بارے میں کوئی اطمینان نہیں تھا جو اخوان میرے بارے میں کہتے رہے ہیں کہ میں مہدی منتظَر ہوں، لیکن پھر ایک مدت کے بعد میں ایک طرف ہوا، کئی مرتبہ استخارہ کیا، اور ایک رات میرا اس مسئلے میں شرح صدر ہو گیا۔ شروع میں اخوان مہدی کا تذکرہ کرتے تو میں اسے مذاق سمجھتا تھا، اور دل ہی دل میں ہنستا تھا، لیکن اس کے بعد تواتر سے خواب نظر آنے لگے، پھر میں سنجیدہ ہو گیا۔

پھر میں نے سعد بن عبد اللہ القحطانی سے ان کے بھائی کے بارے میں پوچھا کہ آپ کے بھائی امام مہدی کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ آپ تو قحطانی ہیں جبکہ امام مہدی کے بارے میں روایات ہیں کہ وہ قریشی النسل ہوں گے۔ تو کہنے لگے کہ ہم اصلا و نسبا قحطانی قبیلے سے نہیں ہیں، بلکہ حلفاً ہم اس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہمارے جد امجد مصر کے سادات میں سے تھے، جو محمد علی کے حملوں میں ترکوں کے ساتھ آئے تھے۔ اور پہلے جازان پھر عسیر کو اپنا وطن بنایا۔ اور ہم بیت الترکی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ (أيام مع جهيمان ص ۷۴)

دوسرے میں اسلحہ ذخیرہ کیا گیا تھا۔ اخوان کے بعض ساتھی چھوٹا اسلحہ اپنے ساتھ بھی لے کر گئے تھے، جسے حرم کے تہہ خانوں میں چھپا دیا گیا تھا۔ کچھ اسلحہ ان تابوتوں میں چھپا دیا گیا تھا جنہیں جنازوں کے بہانے اندر لے جایا گیا تھا۔ ان میں سے اکثر کو عورتوں کے جنازے کہہ کر لے جایا گیا تاکہ محافظین میں کوئی اسے کھول کر نہ دیکھے۔

بیعت کا واقعہ

یہ یکم محرم ۱۴۴۰ کی ایک صبح تھی، حرم مکی کے امام شیخ محمد السبیّل نے فجر کی نماز پڑھانی شروع کی، جہیمان کے ساتھی حرم کے دروازوں پر منقسم ہو کر کھڑے تھے، اور جیسے ہی امام نے قراءت شروع کی تو انہوں نے دروازوں کو بند کرنا شروع کر دیا، اس دوران ان کی ایک غیر مسلح محافظ سے تلخ کلامی ہوئی اور اخوان میں سے ایک شخص نے فائرنگ کی جس کا وہ خود شکار ہو گیا، اور اسے پہلا شہید قرار دیا گیا۔

امام نے جیسے ہی نماز پوری کی اور نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ادھر سے انہوں نے مائیکروفون لے کر حالات کو کنٹرول کرنا شروع کر دیا، امام صاحب نے انہیں نصیحت کرنی چاہی تو انہیں ایک کمرے میں قید کر دیا گیا، پھر "خالد یامی" نے ایک لکھا ہوا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ جس میں اپنے اہداف و مقاصد اور اس عمل کا جواز ذکر کیا۔ خطبے کے دوران جابجا جہیمان تبصرہ کرتا، ساتھیوں کو ہدایات دیتا۔ اس کے بعد حرم میں موجود اپنے ساتھیوں میں اسلحہ تقسیم کرایا گیا۔ محمد بن عبد اللہ قحطانی رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو گئے، سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر جہیمان نے بیعت کی، پھر وہاں اردگرد موجود اس کے باقی ساتھیوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد نور الدین بن بدیع الدین بن احسان اللہ شاہ راشدی، پاکستانی و ہندوستانی لوگوں کے لئے خطبے کا اردو ترجمہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھ میں پستول تھا جسے وہ لہرا رہے تھے۔ انہوں نے جیسے ہی اپنی بات پوری کی تو کچھ پاکستانی کھڑے ہو کر نعرے لگانے

لگے، مہدی، مہدی، مہدی۔

جو لوگ اس وقت حرم میں موجود تھے انہوں نے بیعت کی، اور جو میناروں پر، چھتوں پر، دروازوں پر دفاع پر مامور تھے اور یہاں نہیں آسکتے، ان کے پاس محمد بن عبداللہ خود جا کر بیعت لینے لگے اور انہیں صبر کی تلقین کرنے لگے۔

پہلے تین دن محمد بن عبداللہ قحطانی دفاع پر مامور پہریداروں پر سے ہو کر گزرتے ان سے بیعت لیتے، ثابت قدمی کی تلقین کرتے،، اس کے بعد ان کے بارے میں خبریں منقطع ہو گئیں اور ان کا کچھ پتہ نہ چل رہا تھا۔ کوئی جہیمان کو یہ کہتا کہ محمد بن عبداللہ زخمی ہو گئے ہیں یا قتل ہو چکے ہیں تو جہیمان سخت غصے میں آتا اور کہتا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ مہدی اپنا پیغام پہنچانے اور نافذ کرنے سے پہلے قتل ہو جائیں، وہ محصور ہو چکے ہیں، تین دن کے بعد کسی نے محمد بن عبداللہ کو نہیں دیکھا، اور اس کے محصور ہونے، قتل یا زخمی ہونے کے بارے میں مختلف قسم کی خبریں پھیلنے لگیں۔

فیصل محمد فیصل نامی اخوان کے ایک ساتھی نے جہیمان کو اس پر آمادہ کرنا چاہا کہ ہمیں سعودی حکومت کو اپنا آپ حوالہ کرنا چاہئے، کیونکہ امام مہدی کا انجام ہمیں معلوم نہیں ہے، اس لئے حرم میں فائرنگ کرنے سے بچنا چاہئے، کیونکہ یہاں تو اسلحہ اٹھانا ہی نہیں چاہئے چہ جائیکہ فائرنگ کی جائے۔ اس پر اسے غصہ آیا اور کہنے لگا کہ یہ بات اخوان میں احساسِ شکست خوردگی پیدا کرے گی۔ امام مہدی قتل نہیں ہوئے نہ وہ قتل ہو سکتے ہیں جب تک کہ باقی علامات ثابت نہ ہو جائیں۔ اس لئے اب ہم اس لشکر کے زمین میں دھنسنے کے انتظار میں ہیں جو امام مہدی سے مقابلے کے لئے تبوک سے آرہا ہے۔ امام مہدی حرم ہی میں کہیں محصور ہو چکے ہیں اور اب ہم محاصرہ توڑ دیں گے۔

جہیمان ساتھیوں کو کہتا کہ بہت تواتر کے ساتھ خواب دیکھے جارہے ہیں کہ تبوک سے

آنے والا لشکر زمین میں دھنس چکا ہے۔ اس کے دو دن بعد اخوان میں سے ایک ساتھی آیا اور خوشخبری سنا کر کہنے لگا کہ ہمارا فلاں ساتھی جو سچا اور پرہیز گار ہے اور وہ فرنٹ لائن پر متعین ہے اس نے گزشتہ رات فوج کے پاس موجود ریڈیو سے خود یہ خبر سنی جو بہت واضح الفاظ میں یہ خبر دے رہا تھا کہ تبوک سے آنے والا لشکر جہاں موجود ہے اس مقام پر زلزلہ آیا ہے اور وہ زمین میں دھنس چکا ہے، اور لشکر کا کافی نقصان ہو چکا ہے۔ اس پر اخوان نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔[1]

یہ لوگ روزانہ کوئی نہ کوئی خواب دیکھتے یا کوئی نہ کوئی ایسی خبر سنتے جو امام مہدی یا زمین میں دھنسنے والے لشکر سے متعلق ہوتی یا جس میں صبر و ثابت قدمی کی تلقین ہوتی۔ میرا گمان یہ تھا کہ یہ پورا گروہ ایک اجتماعی جنون اور خبط کا شکار ہو چکا تھا۔ خصوصا آخری سات ایام کے دوران جب وہ حرم کے تہہ خانوں میں محصور ہو چکے تھے۔ جہیمان اپنے ساتھ چند ساتھیوں کو لیکر نکلتا اور تہہ خانے کے دروازوں کے پاس فائرنگ کرتا۔ ان گنے چنے لوگوں کا مقابلہ باہر موجود ایک منظم فورس سے تھا، اس لئے لڑائی میں اُن کا پلڑا جھک جانا یقینی تھا، چنانچہ پہلے میناروں پر سے لڑائی ختم ہو کر چھتوں پر آگئی، اس کے بعد دوسری منزل پھر نچھلی منزل سے ہوتے ہوئے تہہ خانوں کے مختلف کمروں تک آئے، آخری دن یہ لوگ ایک کمرے میں محصور ہو گئے، چھتوں سے سوراخ کئے گئے، اور آنسو گیس کے گولے ان پر پھینکے گئے۔ ان سب کے دوران لاؤڈ سپیکر سے بار بار ہتھیار ڈال کر اپنا آپ حوالہ کرنے کے اعلانات نشر ہوتے رہے۔[2]

حادثہ حرم امام مہدی کی تمہید تھا

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی سے پہلے حرم میں ایسا ایک واقعہ

---

(1) أيام مع جهيمان ص ٨٣.

(2) (أيام مع جهيمان ٨٤) مکمل خطبہ سعودی روزنامے "الریاض" میں موجود ہے۔ شمارہ 4398، تاریخ: ١٧/١/١٤٠٠

ہو گا، کہ جب وہاں ایک شخص پناہ پکڑے گا اور یہ حرم شریف کی بے حرمتی کا ذریعہ بنے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُبايَع لرجلٍ ما بين الركن والمقام ولن يَّستَحلَّ البيتَ إلا أهلُه فإذا استَحَلُّوه فلا يُسأَلْ عن هلكة العرب ثم تأتِي الحبشةُ فيُخرِّبونَه خرابا لا يُعَمَّر بعده أبدا وهم الذين يَستَخرِجون كنزَه.(1)

”ایک شخص کی رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کی جائے گی، اور بیت اللہ کی بے حرمتی کو اس کے اہل ہی حلال سمجھیں گے۔ چنانچہ جب وہ اسے حلال سمجھیں گے تب عربوں کی ہلاکت کا نہ پوچھا جائے، اس کے بعد حبشی آئیں گے اور اسے ایسا ویران کریں گے جس کے بعد یہ کبھی آباد نہیں ہو سکے گا اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو اس کے خزانے کو نکالیں گے۔“

حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ پناہ پکڑنے والا یہ شخص غیر معروف شخص ہو گا، کیونکہ رجل کا لفظ نکرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی وہ علامات و صفات ذکر نہیں کی ہیں، جو امام مہدی کے بارے میں تفصیلا مروی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بیت اللہ کی بے حرمتی کو حلال سمجھا جائے گا اور ایسے امور پیش آئیں گے جو اس کی تعظیم کے خلاف ہوں گے۔ اور بے حرمتی کا ارتکاب کرنے والے باہر سے نہیں آئیں گے بلکہ حرم کے والی یا وہیں کے رہنے والے ہی ہوں گے۔ تیسری بات حدیث میں یہ ہے کہ اس کے بعد عربوں کی ہلاکت و بربادی ہو گی یا بہت قریب آجائے گی۔

---

(1) رواه أحمد ٢٩١/٢، ٧٨٩٧ ، وابن حبان ٢٣٩/١٥ ، والحاكم ٤٩٩/٤. وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه. وقال الذهبي في التلخيص: ما خرجا لابن سمعان شيئاً. وقال الهيثمي في مجمع الزوائد ٢٩٨/٣: في الصحيح بعضه رواة أحمد ورجاله ثقات.

تطبیق

جس شخص کی بیعت کا ذکر ہے بہ ظاہر اس کا مصداق جہیمان اور ان کے بہنوئی محمد بن عبد اللہ قحطانی ہیں۔ جنہوں نے 21 نومبر 1979 / یکم محرم ۱۴۰۰ھ کو حرم مکی پر قبضہ کر کے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں سے بیعت لی۔ ان کا خیال تھا کہ اسلامی سن کے لحاظ سے ایک صدی مکمل ہو گئی ہے، اور عالم اسلام خصوصا جزیرۃ العرب میں تجدید و احیائے دین کے لئے ایک مجدد کی ضرورت ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے شروع میں ایک مجدد بھیجے گا جو دین کی تجدید کا کام کرے گا۔ لہٰذا اِنھوں نے امام مہدی کے موجود ہونے کا دعوی کر کے لوگوں سے بیعت لی۔ حرم مکی کو قبضے میں لینے کے بعد ان کی سعودی فورسز سے لڑائی شروع ہوئی جنہوں نے تین دن تک حرم کا محاصرہ کیا، فائرنگ کے تبادلے میں اخوان کے کارکن اور کئی سارے نمازی شہید ہو گئے، جن میں خود محمد بن عبد اللہ بھی شامل تھے، 16 دن کی لڑائی کے بعد سعودی فورسز نے فرانسیسی، امریکی اور پاکستانی کمانڈوز کی مدد سے حرم کو کلئیر قرار دیا اور یوں بیت اللہ اور حرم مکی کی حرمت خود وہاں کے رہنے والے عرب حکام کی جانب سے ہی پائمال ہو گئی۔

اس کے بعد عربوں کی ہلاکت و بربادی کی ایک نا قابلِ بیان داستان شروع ہوئی، چنانچہ ایران عراق جنگ ہوئی، جو دس سال تک جاری رہی، وہ ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ 90 کی دہائی میں خلیج کی پہلی جنگ شروع ہوئی، اس کے اثرات سے ابھی عالمِ عرب سنبھلا نہیں تھا کہ نائن الیون کے واقعات ہوئے اور اس کے بعد عراق، شام، مصر، یمن اور دوسرے عرب ملکوں میں عربوں کا وہ قتلِ عام ہوا جس نے فتنہ تاتار کی یاد تازہ کی۔ نائن الیون کے چند ہی سال بعد 2011 میں عرب بہار کے خزان نے عربوں کا سارا خطہ اپنی لپیٹ میں لے لیا، جو تا حال اسی طرح متاثر ہے۔ حدیث کے مطابق عربوں کی یہ بربادی جاری رہے گی یہاں تک کہ دجال کے وقت عرب اقوام

کی تعداد بہت قلیل رہ جائے گی۔

"عربوں کی ہلاکت کا سوال نہ کیا جائے" اس میں بالواسطہ اس جانب بھی اشارہ ہے کہ بیت اللہ میں پناہ پکڑنے والا یہ شخص امام مہدی نہیں ہو گا کیونکہ روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی کا ظہور عربوں کی تباہی کے بعد ہو گا نہ کہ اس سے پہلے، کیونکہ آپ کے ظہور کے بعد اللہ کی یہ زمین عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دی جائے گی جس طرح یہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ:

لَا يخرُجُ المهديُّ حتّىٰ يُقتَلَ ثُلثٌ و يَموتَ ثُلثٌ وَ يَبْقيٰ ثلُثٌ .[1]

"امام مہدی کا ظہور اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک کہ ایک تہائی لوگ قتل نہ ہو جائیں، ایک تہائی لوگ مر نہ جائیں اور ایک تہائی باقی نہ رہیں۔"

جہیمان اور قحطانی کے بعد قریب ہی حضرت امام مہدی کے ظہور کی جانب کئی روایات میں اشارات موجود ہیں۔

عن أرطاة قال بلغني أن المهدي يعيش أربعين عاما ثم يموت على فراشه ثم يخرج رجل من قحطان مثقوبَ الأذنين علىٰ سيرة المهدي بقاءُه عشرين سنةً ثم يموت قتلا بالسلاح ثم يَخرج رجل من أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم مهدي حسن السيرة يفتح مدينة قيصر و هو آخر أمير من أمة محمد صلى الله عليه وسلم ثم يخرج في زمانه الدجال و ينزل في زمانه عيسى بن مريم عليه السلام.[2]

"ارطاۃؒ نے فرمایا کہ: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مہدی چالیس سال تک زندہ رہیں گے، اس کے بعد ان کا اپنے بستر پر انتقال ہو گا، پھر ایک قحطانی نکلے گا جس کے کانوں میں سوراخ ہوں گے،

---

(1): كتاب الفتن لنعيم بن حماد، عقد الدرر في أخبار المنتظر للسلمي الشافعي.

(2) رواه نعيم بن حماد.

مہدی کی سیرت پر ہو گا، اس کی زندگی بیس سال ہو گی، اور اسے اسلحے سے قتل کیا جائے گا، اس کے بعد نبی ﷺ کے اہلِ بیت میں سے ایک شخصیت کا ظہور ہو گا، یہ ہدایت یافتہ اور اچھی سیرت والے ہوں گے، جو قیصر کے شہر کو فتح کریں گے، امتِ محمد میں سے آخری امیر ہوں گے، انہی کے زمانے میں دجال نکلے گا اور انہی کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔"

اس روایت میں پہلے مہدی سے مراد عبد العزیز بن محمد بن سعود ہیں جو سعودیہ کی پہلی سلطنت کے بانی تھے، توحید کے پھیلانے والے اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کے مددگار تھے۔ ان کی ولادت سنہ ۱۱۳۲ھ کو ہوئی، اور ان کی حکومت سنہ ۱۱۷۹ھ سے لے کر سنہ ۱۲۱۸ھ یعنی ۳۹ سال تک رہی، (یعنی چالیس سال تک حکومت کی) ایک عراقی شیعہ نے آپ کو دورانِ نماز مسجد میں مارا جس کی وجہ سے آپ زخمی ہوئے اور اپنے بستر پر انتقال کر گئے۔ حسین بن ابی بکر بن غنام نے "تاریخ ابن غنام" میں اور ابن جنید جیسے علما نے لکھا ہے کہ یہ عبد العزیز اپنے زمانے کے مہدی (ہدایت یافتہ شخصیت) تھے۔ ان کو یہ لقب عطا ہونا اتفاقی نہیں تھا، گویا حدیث کی پیشین گوئی صادق ہوئی۔

حضرت مولانا بشیر احمد حصاروی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے "مہدی" سے مراد امارت اسلامیہ افغانستان کے بانی ملّا عمرؒ ہیں،[1] جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ گان میں سے بنایا تھا اور اپنے وقت کے عظیم ترین مجاہدین کا امیر بنایا۔ اور ملا عمرؒ "حارث" اور "منصور" نامی دو شخصیتوں میں سے ایک ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں روایت ہے کہ حضرت امام مہدی سے پہلے یہ آل محمد یعنی حضرت امام مہدی کے لئے راستے کی ہمواری کا کام کریں گی۔

(1) اگر اس پر یہ اشکال کیا جائے کہ حدیث میں مہدی کا ذکر پہلے ہے اور قحطانی کا بعد میں ہے، حالانکہ محمد بن عبد اللہ قحطانی، ملا عمر کی موت سے پہلے گزرے۔ آخری زمانے کی روایات و احادیث میں بعض اوقات ترتیب زمانی مقصود نہیں ہوتی، یعنی واقعات کی ترتیب الفاظ کی ترتیب کے مطابق نہیں ہوتی، بعض اوقات دو مختلف بعید وقفے کے واقعات ایک ہی جملے میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ اس لئے صرف الفاظ ہی کے پیچ و خم میں الجھنے کی بجائے دوسری روایات اور معروضی صورت حال کو بھی سامنے رکھنا چاہیئے۔

ان کے بعد قحطانی کا ظہور ہوا، جن کے کانوں میں سوراخ ہوں گے یہ محمد بن عبد اللہ القحطانی تھے جو جہیمان کے بہنوئی تھے جنہوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور جنہیں سعودی حکومت نے قتل کر دیا تھا، البتہ ان کی عمر 24 سال تھی،(احادیث میں 20 کا عدد شاید عربوں کے عرف کے مطابق مذکور ہے کہ عرب کسور کو حذف کر دیتے ہیں، اور مرکزی عدد (round figure)ذکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو گا جو قسطنطینیہ کو فتح کریں گے، خلافت علی منہاج النبوت کو قائم فرمائیں گے، اس امت کے آخری خلیفہ ہوں گے انہیں کے زمانے میں دجال کا خروج ہو گا جسے قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔

دو پناہ پکڑنے والے

کتاب الفتن کی ایک روایت سے حرم کے اس واقعے کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

سَیَعوذُ بِمکۃَ عائذٌ فَیُقتَلُ ثُمَّ یَمکثُ النَّاسُ بُرھَۃً من دَھرِھمْ ثُمَّ یَعوذُ عائذٌ اٰخرُ فإنْ أَدرَکتہ فلَا تَغزُوَنّہ فإنَّہ جَیشُ الخَسفِ.[1]

"مکہ میں ایک شخص پناہ لے گا، تو اسے قتل کر دیا جائے گا، پھر لوگ ایک عرصہ انتظار کریں گے اس کے بعد ایک اور شخص پناہ لے گا، اگر تم نے وہ زمانہ پالیا تو اس سے لڑائی نہ کرنا کیونکہ اس سے لڑنے والا لشکر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔"

پناہ پکڑنے والا پہلا شخص محمد بن عبد اللہ قحطانی تھا جسے قتل کر دیا گیا، اگرچہ اسے علی الاعلان قتل نہیں کیا گیا، لیکن سعودی حکومت کا دعویٰ ہے کہ قحطانی کو قتل کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ اس ویڈیو میں نظر آتا ہے جس میں سعودی حکومت کے اہل کار قحطانی کے بھائی کو اس کی لاش کا فوٹو دکھا کر اس کی تصدیق کروا رہے ہیں۔

---

(1)کتاب الفتن لنعیم بن حماد.

عائذ کا لفظ قابلِ غور ہے کیونکہ حدیث میں ھارب یا فار کا لفظ نہیں ہے یعنی بھاگنے والا، کیونکہ قحطانی ہو یا امام مہدی دونوں ہی پناہ لینے والے ہوں گے نہ کہ بھاگنے والے۔ عوذ کا لفظ عربی میں ایسے پناہ کے لئے مستعمل ہے جس میں پناہ لینے والا کسی مقصد کے حصول کے لئے کسی صاحب قوت کی پناہ میں آتا ہے تاکہ کسی ردعمل یا خطرے سے محفوظ رہے، اور اس کا یہ گمان ہوتا ہے کہ اس صاحبِ قوت کی پناہ میں آئے بغیر ہرگز یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

اس حدیث کا مصداق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ "عائذ" نہیں تھے بلکہ وہ یزید کے لشکر سے بھاگ کر گھر والوں سمیت اللہ کی پناہ میں آکر بیت اللہ کی حرمت کے سائے میں آگئے تھے، جبکہ اموی لشکر نے آپ کا محاصرہ کیا ہوا تھا، اور محاصرے سے پہلے ہی آپ کی بیعت ہوچکی تھی۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں اجنبی بھی نہیں تھے بلکہ دس سال تک آپ کی حکومت مکہ میں قائم رہی، جبکہ یہاں روایت میں لفظ رجل مذکور ہے جس کی تنکیر اس کے غیر معروف ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جس محاصرے کے بعد حجاج نے آپ کو شہید کر دیا تھا وہ بھی سات ماہ تک جاری رہا تھا۔ نیز اگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو عائذِ اوّل مانا جائے تو حدیث کا دوسرا حصہ یعنی عائذِ ثانی سے لڑنے والا لشکر یعنی جیش الخسف کا ابھی تک کوئی وجود نہیں، حالانکہ بروقت سے کئی گنا زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔

فَيُقتَلُ سے معلوم ہوا کہ یہ پہلا عائذ فوراً قتل کر دیا جائے گا کیونکہ عوذ (پناہ) کے بعد قتل سے پہلے لفظِ "ف" آیا ہے، جو کسی چیز کے متصلاً بعد میں آنے کو ظاہر کرتا ہے، اور قحطانی کے معاملے میں یہی ہوا کہ اسے تین دن بعد ہی قتل کر دیا گیا، جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو اصلاً "عائذ" تھے ہی نہیں انہیں حجاز میں دس سال تک حکومت کرنے کے بعد حجاج نے شہید کر دیا تھا۔

دونوں کے درمیان وقفہ

ثُمَّ یَمکُثُ النَّاسُ ''اس کے بعد لوگ ایک عرصہ ٹھہریں گے'' ثُمَّ کا لفظ طویل وقفے کو بتانے کے لئے آتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے عائذ کے واقعے کے بعد لوگ ایک وقفے تک ٹھہرے رہیں گے، ٹھہرنے کے لئے عربی میں کئی سارے الفاظ مستعمل ہیں، مثلاً مکث، لبث، یبقی، ینتظر وغیرہ۔ یہاں پر ان میں سے لفظِ مکث آیا ہے جو بلا تحدید زمان کسی امر مرغوب فیہ کے انتظار کرنے کے لئے ٹھہرنے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی لوگ عائذ اوّل کے بعد انتظار کریں گے اور انہیں امید ہو گی کسی مرغوب امر کی، مزید یہ کہ الناس کا استغراق یہ بتاتا ہے کہ ظلم وجبر اور زیادتی کی وجہ سے تمام لوگ اس نظام سے خلاصی کے انتظار میں ہوں گے، سوال یہ ہے کہ یہ انتظار کتنی مدت تک ہو گا؟ بُرھۃ کا لفظ عربی میں ایک مخصوص مدت کے لئے آتا ہے جس کے دوران کسی قسم کی تغییر ممکن ہو، لیکن یہ مدت کتنی ہو سکتی ہے؟

عن أنس بن مالك أن النبي ﷺ قال: إن الرجلَ ليعمَل البرهةَ من عمره بعمل أهل الجنة، فإذا كان قبلَ موته بحول فعمل بعمل أهل النار فمات فدخل النار والرجل ليعمل البرهة من عمره بعمل أهل النار فإذا كان قبل موته بحول فعمِل بعمل أهل الجنة فمات فدخل الجنة.[1]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ایک شخص جنتیوں جیسا عمل کرتا رہتا ہے اپنی زندگی کے ایک حصے میں لیکن جب اس کی موت کو ایک سال باقی رہتا ہے تو وہ دوزخیوں والا عمل شروع کرلیتا ہے (اسی طرح اس کا خاتمہ برائی پر ہو جاتا ہے) اور ایک بندہ وہ ہے جو زندگی بھر برھۃ من دھرہ دوزخیوں جیسا عمل کرتا رہتا ہے، جب اس کی موت کا ایک سال باقی رہتا ہے تو وہ اہلِ جنت جیسا عمل اختیار کرلیتا ہے۔ چنانچہ جب وہ مر جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

---

(1) مجمع البحرين في زوائد المعجمين ٥/ ٣٧٣، رقم ٣٢٣٢.

اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے برھة کا لفظ زندگی کے ایک لمبے وقفے کے لئے استعمال فرمایا، اگر متوسط عمر 60 فرض کی جائے جیسا کہ حدیث میں اس امت کی عمروں کا تذکرہ ہے اور بلوغت کے 15 سال بھی نکالے جائیں تو باقی مدت 45 سال بچتی ہے، یعنی برھة گویا 45 سال تک کی مدت پر بولا جاتا ہے۔ نیز یہاں لفظ برھةً من دَهرِهم نکرہ آیا ہے جس سے اشارہ ہو سکتا ہے کہ یہ مدت بھی پوری ہونا ضروری نہیں ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ برھة اتنی مدت پر بولا جاتا ہے جتنی مدت میں ایک نسل ختم ہو جاتی ہے یعنی 40 سال، جیسا کہ یہود وادیٔ تیہ میں 40 سال رہے اور غلامی کی خصلت میں پرورش پانے والی نسل ختم ہوئی تو اگلی نسل کو اللہ نے بیت المقدس کی فتح کے لئے چن لیا۔ اسی طرح انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ 40 سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

اس روایت میں ایک اور قابلِ غور نکتہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے برھة من دھرھم فرمایا برھة من الدھر نہیں فرمایا، عربی لغت کے لحاظ سے دونوں میں جو فرق ہے، وہ معمولی نہیں ہے، اور حدیث کے اعجاز کی طرف اشارہ ہے۔ برھة من دھرھم کا مطلب یہ ہے کہ عائذِ اوّل کو دیکھنے والوں پر ہی یہ مدت گزرے گی اور اور یہی لوگ انتظار کر کے عائذِ ثانی یعنی امام مہدی علیہ السلام کو پائیں گے۔ اس سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں واقعات ایک ہی نسل کے لوگوں کے سامنے پیش آئیں گے، اور امام مہدی علیہ السلام کو پانے والے اکثر یا بعض وہی ہوں گے جو پہلے والے حادثے کے وقت موجود تھے۔

ایسے لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر عائذِ ثانی کا زمانہ پالیں تو ان سے ہرگز لڑائی نہ کریں نہ کسی ایسی فوج کا حصہ بنیں جو حرم میں موجود اس پناہ گزیں شخصیت کے ساتھ لڑنے والی ہو، کیونکہ ان سے لڑنے والا لشکر زمین میں دھنسا دیا جائے گا، اور یہ بات قطعی احادیث سے معلوم ہے کہ دھنسایا جانے والا لشکر وہی ہے جو سفیانی کا ہے اور جو امام مہدی کے مقابلے کے لئے آنے والا ہوگا

جسے مدینہ کے قریب بیدا کے مقام پر اللہ زمین میں غرق کر دے گا۔

جہیمان اور قحطانی کا واقعہ 1979 میں پیش آیا، جو ہجری سن کے لحاظ سے ۱۴۰۰ھ بنتا ہے، اگر مذکورہ تطبیق کے مطابق دیکھیں تو 40 سال ۱۴۴۰ / 2019ء میں پورے ہوتے ہیں، جس کے بعد ظہورِ مہدی قریب ہی ہے، واللہ اعلم

غلطی کہاں لگی؟

آخر میں یہ سوال باقی رہتا ہے کہ وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے یہ تحریک ناکام ہو گئی اور حرم جیسی مقدس جگہ کی بے حرمتی کا ذریعہ بنی؟ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جہیمان اور اس کے ساتھیوں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں تمام احادیث و روایات کا لحاظ نہیں کیا، امام مہدی کے بارے میں وارد زمانی و مکانی صفات، امام مہدی کی شخصیت، آپ کا نام و نسب اور جسمانی خصوصیات سے صرفِ نظر کیا گیا، اور جو مجموعی صورت حال ان روایات سے بنتی ہے اسے ضعیف حدیث کے نام پر مسترد کیا گیا۔ اس سے علامات قیامت کے بارے میں ایک تنگ اور محدود تصور پیدا ہوا، جس کے نتیجے میں ان کے فہم میں غلطی واقع ہوئی اور یہ حادثہ رونما ہوا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں وارد روایات میں ان خصوصیات کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ آپ کا نام و نسب، مقامِ پیدائش، ہجرت، خاندان، مقامِ خروج، جسمانی علامات سمیت تقریباً اسی ایسی نشانیاں ہیں جو مختلف روایات و آثار میں مروی ہیں، انہیں محض ضعیف کہہ کر مسترد کر دینا درست رویہ نہیں ہے، جبکہ انہی ضعیف روایات میں ایک کثیر تعداد ایسی ہے جن پر زمانے نے صداقت کی مہر لگائی ہے۔ اور وہ سچ ثابت ہوئی ہیں۔

امام مہدی کی تلاش سے یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ سے پہلے کے زمانے کا رنگ کیا ہو گا؟ شام، عراق، مصر اور حجاز کی کیا صورت حال ہو گی؟ فتنوں کی کثرت ہو گی، مسلمانوں کا آپس میں شدید اختلاف ہو گا، زلزلے بہت ہوں گے۔ آسمانی نشانیوں کا ظہور ہو گا، سفیانی صفت

کے حامل چند ظالم حکام کا اقتدار ہو گا۔ مسلمانوں کو کہیں پر کوئی جائے اماں نہیں مل رہی ہو گی، اور لوگ انتہا درجے کے مایوسی کا شکار ہوں گے کہ ایسے حالات میں چند علما سر ہتھیلی پر رکھ کر حضرت امام کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے، آپ کی نشانیوں کو سامنے رکھ کر آپ کو ڈھونڈیں گے یہاں تک کہ امام کو مکہ میں جالیں گے، امام مہدی کے انکار کے باوجود شدید اصرار بلکہ قتل کی دھمکی دے کر آپ سے بیت اللہ کے قریب بیعت لیں گے۔

صماء عمياء مطبقة تمور مور البحر حتى لايجد أحدٌ من الناس منها ملجأً تطيف بالشام و تغشَى العراقَ و تخبط الجزيرةَ بيدهاو رجلها تعرِكُ الأمةُ فيها بالبلاء عركَ الأديم ثم لايستطيع أحدٌ من الناس أن يقول فيها مَهْ مَهْ، لا يدفعونها من ناحية إلا انفتَقَتْ من ناحية أخرىٰ.(1)

ایسا فتنہ ہو گا جو بہرا اور اندھا ہو گا، ہمہ گیر اور ڈھانکنے والا، اس میں سمندر کی موجوں جیسا اضطراب ہو گا، کسی کو جائے پناہ نہیں ملے گی، یہ فتنہ شام کا چکر لگائے گا، عراق پر چھا جائے گا، جزیرۃ العرب کو اپنے ہاتھوں پیروں سے روندے گا۔ امت آزمائش کی اس بھٹی میں چمڑے کی طرح رگڑی جائے گی، کوئی اسے روکنے کے لئے کہنے والا نہیں ہو گا، ایک جانب سے اسے دفع کیا جائے گا تو دوسری جانب سے شگاف پیدا ہو جائے گا۔ ایک روایت میں آیا ہے: **لَایرْقَعُونَهَا مِنْ نّاحِيَةٍ إلَّا انفتَّتْ** یعنی ایک جانب سے پیوند لگا کر جوڑیں گے لیکن دوسری جانب سے وہ پھٹ جائے گا۔

2011 سے عرب بہار کے خون آشام فتنے نے شام کو گھیرا جہاں ابھی تک آزمائش جاری ہے، پھر عراق جہاں 2003 سے امریکیت کا دور دورہ تھا، کہ 2014 میں دولت اسلامیہ کے اعلانِ خلافت کے بعد مزید حالات بگڑ گئے، جب جب لگتا ہے کہ حالات درستگی کی جانب جا رہے

---

(1) رواه نعيم بن حماد في كتاب الفتن.

ہیں اور کوئی امید کی کرن نظر آتی ہے تب فتنے کی آگ پھر بھڑکنے لگتی ہے، یہاں کے مسلمان چمڑے کی طرح اس میں رگڑے گئے لیکن امن کی صبح طلوع ہو کے نہیں دے رہی۔ عراق وشام کے بعد جزیرۃ العرب بھی اس فتنے کا شدید ترین شکار ہو گا۔

جہیمان کے زمانے میں ظلم جتنا بھی تھا بہر حال اتنا نہیں تھا کہ عالم عرب بالخصوص جزیرۃ العرب میں سیاسی و انتظامی لحاظ سے کوئی خلا تھا بلکہ ایک مضبوط حکومت قائم تھی۔ لہذا جہیمان کی تحریک ناکامی کا شکار ہو گئی۔

امام کی بیعت پر امن ہوگی

جہیمان کی تحریک میں ایک بڑی غلطی یہ ہوئی کہ وہ اسلحہ لے کر حرم شریف میں داخل ہو گئے اور ایک مقدس مقام کی بے حرمتی کا سبب بن گئے، حالانکہ حضرت امام مہدی کی بیعت نہایت امن کے ساتھ ہو گی۔

عن عبد الله بن صفوان عن أم المؤمنين أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: سيعوذ بهذا البيت يعني الكعبة قوم ليس لهم منعة ولا عدد ولا عُدَّةٌ يُبعث إليهم جيشٌ حتى إذا كانوا ببيداء من الأرض خسف بهم.[1]

حضرت عبد اللہ بن صفوان نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: عنقریب اس گھر یعنی بیت اللہ کی پناہ ایسی قوم پکڑے گی جن کے پاس کوئی طاقت نہیں ہو گی نہ ان کی کوئی قابلِ ذکر تعداد ہو گی اور نہ ان کے پاس سامانِ جنگ ہو گا، ان کی جانب ایک لشکر بھیجا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ بیدا مقام پر ہو گا تو اسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

(1)(صحیح مسلم)

يُبَايع المهديُّ بين الركنِ والمقاملَا يُوقِظُ نَائِمًا وَ لَا يَهرِيقُ دمًا.[1]

" حضرت امام مہدی کی حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کی جائے، اور اس بیعت کی وجہ سے نہ کسی کی نیند خراب ہو گی اور نہ خون بہے گا۔"

اگر چہ جہیمان اور اس کے ساتھیوں نے قتال میں پہل نہیں کی جس کی دلیل یہ ہے کہ آج بھی وہ آڈیو کیسٹیں موجود ہیں جن میں جہیمان اپنے پیروکاروں کو یہ احکامات دیتے ہوئے سنا جاسکتا ہے کہ قتال میں پہل نہ کی جائے نہ ہی گولیاں چلائی جائیں۔ نہ ہی ان کا مقصد بیت اللہ میں قتال تھا بلکہ یہ صرف دفاعی نقطہ نظر سے مسلح ہو کر گئے تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ لوگ اسلحہ لے کر باقاعدہ حرم میں داخل ہو گئے تھے، اور بعد میں اسلحہ استعمال بھی کر لیا گیا تھا۔

سعودی حکومت نے ان کے خلاف اسلحہ استعمال کرنے کے لئے علما سے اجازت لی، انہوں نے بھی سعودی حکومت کو مایوس نہیں کیا اور تیس علمانے ان لوگوں کے خلاف حرم مکی میں قتال کا فتویٰ دے دیا۔ اور اسے ایک دینی جواز عطا کیا گیا، جس طرح آج سے چالیس سال پہلے جہیمان کے خلاف سعودی حکومت نے علما کو استعمال کیا اور ان سے قتال کے لئے فتویٰ حاصل کیا، اسی طرح اگر حقیقتا امام مہدی کا ظہور ہوا تب بھی ممکن ہے کہ اس وقت ایسے درباری علما سے ان کے اور ان کے ساتھیوں کے خلاف قتال کے لئے فتویٰ لیا جائے، جو حکام وقت کو مایوس نہیں کریں گے۔

جہیمان واقعہ گویا فجر صادق سے پہلے فجر کاذب کی طرح ہے۔ جب افق کے کناروں سے ہلکی سے روشنی اوپر کی جانب اٹھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے گویا

---

(1)الفتن ۹۹۱

اندھیرا چھٹ گیا اور سحر طلوع ہو گئی، لیکن ابھی کچھ دیر باقی ہے۔ انتظار کی ان گھڑیوں میں صبر لازم ہے، عجلت اور جلد بازی نقصان کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ أَلَيسَ الصُّبحُ بِقَرِيبٍ صبح بس ہوا چاہتی ہے۔ جہیمان واقعے پر قریبا چالیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے اب تو حضرت امام مہدی کا ظہور بہت ہی قریب ہے، اور ان شاء اللہ امت جلد ہی نہجِ نبوی پر خلافت کو قائم ہوتا دیکھے گی۔

زمانہ آخر میں یہودیوں کو زمین میں عظیم الشان عروج ملے گا، اور جہاں سے یہ لوگ دھتکارے گئے تھے یعنی یروشلم، وہیں پر یہ قابض ہوکر اسے آباد کریں گے۔ بیت المقدس میں یہود کی یہ ترقی اور آبادی بالواسطہ عالم اسلام کے زوال اور خانماں بربادی کا ذریعہ بنے گی، امت ظلم وستم کی بدترین آزمائش کا شکار ہوگی۔ ایسے میں حضرت امام مہدی کے علاوہ کوئی دوسرا حل بجھائی نہیں دے گا۔ آپ کے ظہور کی تحریک حرمین میں چل رہی ہوگی جن پر سفیانی جیسے حاکموں کی نظر ہوگی، وہ آپ کا راستہ روکنے کی بھرپور کوششیں کریں گے، یہاں تک کہ مدینہ طیبہ جیسے پاک شہر کو بھی ویران کردیں گے۔ لیکن اللہ نے جس کو ظاہر کرنے کا ارادہ کرلیا ہے اسے یقیناً ظاہر کریں گے۔ حضرت امام مہدی کے ظہور پر سب سے زیادہ خطرہ اسرائیل کو ہوگا، کیونکہ آپ بیت المقدس کو اپنا دارالخلافہ بنائیں گے۔ دجال پس پردہ رہ کر عالم عیسائیت کو آپ کے خلاف کھڑا کردے گا، جن کے ساتھ غوطہ میں معرکے کا میدان گرم ہوگا۔ اس عظیم الشان جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا، اور عیسائی شکست کھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کا روحانی مرکز قسطنطنیہ بھی ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یہ دجال کو غضبناک کرکے باہر نکل آنے پر مجبور کردے گا، اور وہ اپنا فتنہ پھیلانے کے لئے خروج کرے گا۔ اس کا انجام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں لکھ دیا گیا ہے، اس لئے ایک سال، دو مہینے اور دو ہفتے تک اپنا فتنہ پھیلانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ فرمائیں گے اور انسانیت کو اس سے نجات مل جائے گی۔



